

اہلسنت والجماعت احناف دیوبند کا ترجمان

الافتاء

Ah
e Haq

جلد 1 رجب المرجب 1431ھ، جون 2010ء، شماره 2

facebook
FOREVER



فرانس میں چاہا ہو یا ہندی

میں ایک پروٹسٹن آئیرن خاں

کیوبا میں تو ان کی بے پرواہی

فرما رک اور مارو سے کیا جانب سے گنا خاں

امریکہ میں خاں کعبہ کے گھر کا شراب خاں

مسلم ممالک پر چھبونی یلغار اسلامی تحریکوں پر پابندی

Monthly E-Magazine

AHL-E-HAQ

www.ahlehaq.com

www.haqforum.com

اہلسنت والجماعت احناف دیوبند کا ترجمان

اہل حق
e Haq

جلد 1 رجب المرجب ۱۴۳۱ھ، جون ۲۰۱۰ء، شماره 2

بانی: ارسلان شکیل بھائی مدظلہ العالی
مدیر: ساجد خان حنفی

مجلس شوری اہل حق

میاں ارسلان شکیل صاحب
غازی بھائی
یاسر بھائی
مولانا حافظ محمد خان صاحب مدظلہ العالی
ساجد خان بھائی
خالد بھائی
محترم ملنگ بھائی
امیر مجلس
مرکزی نگران و ناظم اعلیٰ
ناظم اعلیٰ
رکن مجلس شوری
رکن مجلس شوری
رکن مجلس شوری
رکن مجلس شوری

ڈیزائنر: بھائی انور شیخ

کمپوزر

این ہونسٹ بھائی
محمد عمران رانا بھائی

ویب سائٹ ڈیزائنرز و ٹیکنیشنرز

السف بھائی
عمر عثمان فاروقی بھائی

ویڈیو میکرز

سہیل بھائی
عمر عثمان فاروقی بھائی

ناظم دارالافتاء اہل حق

مفتی ایکسپوزنگ باطل صاحب مدظلہ العالی

فہرست مضامین

درس قرآن
درس حدیث
اداریہ
حمد باری تعالیٰ
نعت رسول مقبول ﷺ
پیارے نبی ﷺ کی پیاری سیرت
تقلید کی ضرورت اور عصر حاضر کا تقاضہ
زندگی کی حقیقت
پیشاب سے سورہ فاتحہ لکھنا
فیس بک۔۔ حقائق و انکشافات
اہل حق کی خبریں
بریلوی بیت المال کھلا ہے (نظم)



درس قرآن

كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِّنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ فَادْكُرُونِيْ اذْكَرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِيْ وَلَا تَكْفُرُونِ۔ (البقرة: ۱۲۹)

ترجمہ: (یہ انعام ایسا ہی ہے) جیسے ہم نے تمہارے درمیان ایک رسول بھیجا جو تمہارے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاکیزہ بناتا ہے اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے لہذا مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ اور میرا شکر ادا کرو میری ناشکری نہ کرو۔

تشریح: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبے کی تعمیر کے وقت دو دعائیں کی تھیں۔ ایک یہ کہ میری نسل سے ایسی امت پیدا فرمائیے جو آپ کی مکمل فرماں بردار ہو۔ اور دوسری یہ کہ ان میں ایک رسول بھیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلی دعا اس طرح قبول فرمائی کہ امت محمدیہ کو ”معتدل امت“ قرار دے کر پیدا فرمایا۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس طرح ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول کرتے ہوئے تم پر یہ انعام فرمایا کہ تمہیں معتدل امت بنا کر آئندہ ہمیشہ کیلئے انسانیت کی رہنمائی تمہیں عطا کر دی جس کی ایک اہم علامت یہ بھی ہے کہ ہمیشہ کیلئے کعبہ کو قبلہ بنادیا گیا ہے۔ اسی طرح ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری دعا قبول کرتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کو تمہارے درمیان بھیج دیا ہے جو انہی خصوصیات اور فرائض منصبی کے حامل ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کیلئے مانگے تھے۔ ان میں سے پہلا فریضہ تلاوت آیات ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کی آیات کو تلاوت کرنا بذات خود ایک مقصد اور نیکی ہے۔ خواہ وہ تلاوت بغیر سمجھ کی جائے، کیونکہ قرآن کے معنی کی تعلیم آگے ایک مستقل فریضے کے طور پر بیان کی گئی ہے۔

دوسرا مقصد قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی تعلیم کے بغیر قرآن کریم کو ٹھیک سمجھنا ممکن نہیں اور یہ کہ صرف ترجمہ پڑھ لینے سے قرآن کریم کی صحیح سمجھ حاصل نہیں ہو سکتی، کیونکہ اہل عرب عربی زبان سے خوب واقف تھے انھیں ترجمہ سکھانے کیلئے کسی استاذ کی ضرورت نہیں تھی۔

تیسرا آپ ﷺ کا فریضہ یہ بتایا گیا ہے کہ آپ ﷺ ”حکمت“ کی تعلیم دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکمت و دانائی اور عقلمندی وہی ہے جو آنحضرت ﷺ نے تلقین فرمائی۔

فائدہ: منکم (تم میں سے) کی ضمیر سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہم میں سے ہی یعنی انسانوں کی جنس میں سے ہیں اور بشر ہیں لہذا جو لوگ حضور ﷺ کی بشریت کا انکار کر کے ان کو کوئی نوری مخلوق مانتے ہیں وہ اس آیت کے منکر ہیں۔

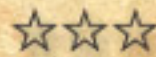


درس حدیث

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: **”يَعْجَبُ رَبُّكَ مِنْ رَاعِي غَنَمٍ، فِي رَأْسِ شِظْيَةِ الْجَبَلِ (۱)، يُؤَذِّنُ بِالصَّلَاةِ وَيُصَلِّي. فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ، انْظُرُوا إِلَيَّ عَبْدِي هَذَا، يُؤَذِّنُ وَيُقِيمُ الصَّلَاةَ، يَخَافُ مِنِّي، قَدْ غَفَرْتُ لِعَبْدِي، وَأَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ“**.
رواه النسائي بسند صحيح (۲)

(۱) شظية الجبل: فِلَقَة منه

(۲) انظر الألبانی: (مشكاة المصابيح) حدیث ۶۶۵



ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: **”تمہارا پروردگار اس چرواہے سے بہت خوش ہوتا ہے جو پہاڑ کے دامن میں اذان دے کر نماز پڑھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ”میرے اس بندے کو دیکھو! یہ میرے ڈر سے اذان دے کر نماز پڑھ رہا ہے۔ میں نے اپنے بندے کی مغفرت کر دی اور جنت کا داخلہ طے کر دیا“۔ (نسائی)**

تشریح: اس مبارک حدیث میں جہاں ایک طرف اذان و نماز کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے وہاں اخلاص و للہیت کی قدر و منزلت بھی معلوم ہوتی ہے کہ پہاڑ کے دامن میں جہاں کوئی دیکھنے والا اور تعریف کرنے والا بھی نہیں ہے، اذان دے کر نماز کا اہتمام کرنے والا کوئی انتہائی مخلص بندہ خدا ہی ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کو اس قدر اہمیت دے رہے ہیں کہ فرشتوں کے سامنے اس پر فخر کر رہے ہیں اور اس کی مغفرت اور دخول جنت کا اعلان کر رہے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مسلمان اکیلا ہی کیوں نہ ہو نماز کا وقت ہو جائے تو وہ جہاں کہیں بھی ہو اذان دے کر نماز پڑھنی چاہئے۔

اداریہ



ساجد خان حنفی

قارئین کرام! انسان مجموعہ اضداد ہے خیر و شریعت و عداوت اور ملکیت و شیطیت دونوں پہلوؤں کا حامل ہے۔ انسانی صلاحیتوں کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ اسے خلیفۃ اللہ فی الارض کا شرف بھی حاصل ہوا اور انسانوں ہی میں سے وہ برگزیدہ ہستیاں منصوبہ شہود ہیں جنہیں ہم انبیاء و رسل علیہم السلام کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور وہ بھی آدم ہی کے گھرانے کے بچے تھے جو ہامان، شداد، فرعون، نمرود، بش، مشرف بن کروہ سب کچھ کرتے رہے جس کے خیال سے آج بھی انسانیت کا نپ اٹھتی ہے۔ مگر رب العالمین کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کی رحمت کا ہاتھ ہمیشہ بڑھتا رہا اور ہر زمانے میں غیب سے کچھ ایسے ساز و سامان مہیا ہوتے رہے جس سے بگاڑ سنوار اور فساد اصلاح کی شکل اختیار کرتا رہا۔ اس سلسلہ میں خاتم المرسلین رسول رب العالمین محمد مصطفیٰ ﷺ کو رحمۃ اللہ العالمین بنا کر ارحم الراحمین نے انسانی نسلوں کے سامنے لاکھڑا کیا اور خالق کائنات کی طرف سے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا کا اعلان کر کے قرآن آخری دستور العمل کی حیثیت سے بنی آدم کے سپر کیا گیا جو انسانی زندگی کیلئے ہمہ گیر جامع نظام حیات پر مشتمل ہے۔ اسلام نے جہاں بنی نوع آدم کی زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کی وہاں ایک صحت مند اور ترقی یافتہ باعزت معاشرہ تشکیل دینے میں بھی کچھ اصول و قواعد مقرر کئے۔ جن میں سب سے پہلا اصول معاشرے کے لوگوں کو شرم و حیاء کا پابند بنانا ہے اور معاشرے کے افراد کو دوسروں کی عزت و ناموس کے تحفظ کا علمبردار قرار دیا۔

مگر افسوس مادیت پرستی اور مغربی تہذیب و تمدن کی اندھی تقلید نے جہاں مسلم معاشرے کو دیگر شعبوں میں تباہ و برباد کر دیا وہاں شرم و حیاء سے بھی بالکل عاری کر دیا۔ افسوس! کہ جس دین میں نامحرم عورت کی آواز بھی بلا شرعی عذر سننا ممنوع ہے آج اس دین و معاشرے کے نوجوان بچے بچیاں سرعام عشق و معشوقی کرتے پھر رہے ہیں اور اسے ”روشن خیالی“ کا نام دیا جا رہا ہے۔

ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ملک پاکستان جو معرض وجود ہی اس نعرے پر آیا کہ ”پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ“ وہاں یہ تاریک مناظر بھی دیکھنا پڑے کہ ایک پاکستانی کھلاڑی اور ایک دشمن ملک (ہندوستان) کی خاتون کھلاڑی کی شادی کی خبر نے اس پورے عرصے میں قوم کو الو بنائے رکھا۔ ہر دن میڈیا اور اخبارات کی شہ سرخیاں یہی رہیں کہ دونوں کھلاڑیوں کی پہلی ملاقات کہاں ہوئی۔؟؟، اس سے پہلے وہ کتنے معاشقے کر چکے ہیں؟، ان کی راتیں کس کس کے ساتھ نائٹ کلبوں میں گزریں؟، دونوں کا شجرہ نسب کیا ہے؟، شادی کی تاریخ کیا ہوگی؟، اس شادی سے دونوں ملکوں کے سیاسی حالات پر کیا اثرات مرتب ہونگے؟، نکاح کہاں ہوگا؟، ولیمہ کس ہوٹل میں ہوگا؟، دولہا دلہن جوڑا کونسا پہنیں گے؟، شلوار قمیص یا پینٹ پتلون؟، اس شادی کے بارے میں کھلاڑیوں اور فنکاروں کے تاثرات کیا ہیں؟، پنڈت کیا کہتے ہیں تو نجومیوں کی پیشگوئیاں کیا ہیں؟، یہ شادی ہوگی یا نہیں؟، اگر ہوگی تو کیا کامیاب ہوگی؟۔

اسلام کے دعوے دار ماں باپ میڈیا پر آکر سرعام چلا رہے ہیں کہ فلاں کھلاڑی نے اتنے دن میری بیٹی کے ساتھ ہوٹلوں میں گزارے۔۔۔ لاحول و لا قوۃ الا باللہ۔ غرض ایک طوفان بدتمیزی تھا جو تھمنے کو ہی نہیں آ رہا تھا۔

مہنگائی کے طوفان، انتظامیہ کی زیادتیوں، ڈاکوؤں اور اغواکاروں کے تسلط، وڈیروں کی لاقانونیت اور حکمرانوں کی شہ خرچیوں، اور کرپشن کے ہاتھوں ستائی ہوئی قوم کے ذہنوں کو بڑی مہارت سے اصل مسائل سے ہٹا کر عریانی اور فحاشی میں الجھایا گیا۔ وہی کام جو نصر بن حارث کرتا تھا اور بدنام تھا آج کامیاب کرتا ہے اور نیک نام ہے۔ نصر ساری زندگی کی تگ و دو کے باوجود ایک دوگانے والی لونڈیوں کا انتظام کر پایا تھا جو چوپال میں دھما چوڑی کر کے سو پچاس دماغوں میں غلاظت انڈیلتی تھی۔ آج ایک دو، دسیوں بیسیوں بلکہ سینکڑوں فنکارائیاں اور گلوکاریاں اس نجاست کی بدبو کو گھر گھر پہنچا رہی ہیں۔ ان لونڈیوں کو صرف رستم اور اسفندیار اور دوسرے شاہان فارس کے قصے یاد تھے آج کی لونڈیاں خود درجنوں قصوں اسٹوریوں کا سرعنوان ہوتی ہیں وہ صرف چوپالوں کی رونق تھیں تو انھوں نے ہر گھر کو قصہ و سرور کی محفل میں بدل دیا۔

اس قوم کو اللہ کے عذاب سے بھلا کون بچا سکتا ہے کہ جن کے قومی ہیروز اور آئیڈیلز وہ لوگ ہوں جن کی راتیں نائٹ کلبوں میں گزرتی ہیں اور دن شراب و سرور کی مستی میں گزرتا ہے۔ ہم پوچھنا چاہتے ہیں اس میڈیا سے کہ یہ اس وقت کہاں سو گیا تھا جب قوم کی ایک پاک دامن عزت مآب بیٹی ”ڈاکٹر عافیہ صدیقی“ افغانستان اور امریکہ کی جیلوں میں ”سربریت“ کا نشانہ بن رہی تھی۔ جس کی سسکیوں کی آوازیں آج بھی ان عقوبت خانوں کے درودیوار سے محسوس کی جاسکتی ہیں۔۔۔ بھلا ہماری قوم کو کیا ہو گیا کہ جن کی ایک بیٹی دشمن کی جیلوں میں روز جیتی روز مرتی ہے۔۔۔ مگر انھیں لونڈے لونڈیوں کی شادیوں کی تیاریوں سے فرصت نہیں۔۔۔ انھیں ان کے سروں پر سونے کے تاج رکھنے سے فرصت نہیں۔۔۔۔

میری قوم کے جوانوں تمہاری بہن آج بھی نام نہاد جمہوریت پسند تہذیب یافتہ دہشت گردوں کی جیلوں میں تمہارا انتظار کر رہی کہ کب کوئی ”محمد بن قاسم“ آئے گا اور ان ظالموں سے اس کا بدلہ لے گا۔۔۔

مگر میری بہن عافیہ ہم شرمندہ ہیں۔۔۔ اب کوئی محمد بن قاسم تجھے چھڑانے نہیں آئے گا اس لئے کہ محمد بن قاسم کے دل میں شہادت کی تمنا تھی اس قوم کے دل میں دشمنوں کی لونڈیوں کی محبت رچ بس گئی ہے۔۔۔ محمد بن قاسم کا آئیڈیل ”محمد رسول اللہ ﷺ“ تھا اس قوم کا آئیڈیل بھانڈ، گوئے، اداکار اور اداکارائیں ہیں۔۔۔ محمد بن قاسم کے ہاتھ میں تلوار تھی تو اس قوم کے نوجوانوں کے ہاتھوں میں بال اور بلا تھما دیا گیا ہے۔۔۔ محمد بن قاسم کی زبان ہر وقت قرآن کی تلاوت اور ذکر اللہ سے معطر تھی تو اس قوم کے نوجوانوں کی زبانوں پر صبح شام انڈین گانے چل رہے ہیں۔۔۔ محمد بن قاسم کا ذہن ہر وقت دشمن کے خلاف جنگی چالوں اور اسلام کی بقاء کے بارے میں سوچتا تو اس قوم کے نوجوانوں کے ذہنوں کو موبائل ایس ایم ایس نے اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔۔۔

آخر میں ہم ”پاکستانی میڈیا“ سے بھی گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ خدارا وہ ہوش کے ناخن لے جس طرح انھوں نے ان دو کھلاڑیوں کی کورج کی اور ان کا بیاہ کروا کر دم لیا اگر اس کا عشر عشر بھی عافیہ کیس کے ساتھ کیا جاتا تو آج حالات کچھ اور ہوتے۔ میڈیا اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرے اور قوم کے حقیقی مسائل حل کرنے کی طرف توجہ دے اسی میں ملک و قوم کی عزت ہے اور اسی میں حقیقی کامیابی اور سرخروئی ہے۔

حمد باری تعالیٰ

پاسبان و حافظِ ما فیہا تو ہی تو
عدل گسترد اور روز جزاء تو ہی تو
ساری مخلوقات کا حاجت روا تو ہی تو
لائق ہر حمد و ہر مدح و ثنا تو ہی تو
دافع کرب و بلا، قحط و وبا تو ہی تو
یا علیؑ (۱) یا ولی مشکل کشا تو ہی تو
صاحب جود و کرم کانِ عطا تو ہی تو
بندے حاجتمندوں میں حاجت روا تو ہی تو

یا الہی! خالق ہر دو سرا تو ہی تو
ظاہر و باطن ہے تو ہی اول و آخر ہے تو
مورِ بے مایہ سے لے کر تا سلیمانِ زماں
یا رحیم یا کریم یا علیم یا حکیم
شافی درد و المراح ہر رنج و غم
ایک تو ہے ذات واحد غوثِ اعظم دستگیر
تو ”سخی“، داتا شاہا، تو کریم ”گنج بخش“
تیرے بندوں کیلئے موزوں نہیں تیری صفات

لا الہ غیرک سبحانک اللہ احد
سب شریکوں سے مبرا اے خدا تو ہی تو

(۱) علی (علی) اور ولی اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام ہیں۔

ضروری وضاحت

ادارے کا کسی مضمون نگار کے مضمون یا رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

نعت رسول مقبول ﷺ

محمد رضوان سواتی

بس محمد محمد میں کہتا رہا
نور کے موتیوں کی لڑی بن گئی
آیتوں سے ملاتا رہا آیتیں
پھر جو دیکھا تو نعت نبی بن گئی

کون ہے جو طلب گار جنت نہیں یہ بھی مانا کہ جنت ہے باغ حسین
حسن جنت کو جب بھی سمیٹا گیا مصطفیٰ کے نگر کی گلی بن گئی

بس محمد محمد میں کہتا رہا
نور کے موتیوں کی لڑی بن گئی
آیتوں سے ملاتا رہا آیتیں
پھر جو دیکھا تو نعت نبی بن گئی

جو بھی آنسو ہے میرے سرکار کے سب کے سب ابر رحمت کے چھینٹے بنے
ہوگئی رات جب ”زلف“ لہرا گئی جب تبسم کیا چاندنی بن گئی

بس محمد محمد میں کہتا رہا
نور کے موتیوں کی لڑی بن گئی
آیتوں سے ملاتا رہا آیتیں
پھر جو دیکھا تو نعت نبی بن گئی

جب چھڑا تذکرہ حسن سرکار کا واضحی کہہ لیا والقمر پڑھ لیا
آیتوں کی تلاوت بھی ہوتی رہی بات بھی ہوگئی نعت بھی بن گئی

بس محمد محمد میں کہتا رہا
نور کے موتیوں کی لڑی بن گئی
آیتوں سے ملاتا رہا آیتیں
پھر جو دیکھا تو نعت نبی بن گئی

نوٹ: نعت میں جہاں جہاں حضور ﷺ کا نام مبارک لیا گیا ہے وہاں درود شریف پڑھنا نہ بھولے گا۔

پیارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیاری سیرت

تحریر: محمد محسن

(قسط اول)

اللہ تعالیٰ کا بے پناہ فضل اور احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی ہدایت اور کائنات کی رہبری کے لئے سرکارِ دو عالم، خاتم النبیین، سید البشر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کا پیکر تھے آپ کے اخلاق کا تذکرہ قرآن پاک اس طرح کرتا ہے۔

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ترجمہ: اور یقیناً آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اخلاق کے اعلیٰ درجے پر (سورۃ القلم آیت ۴) ہیں

اس کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

”آپ کی زبان قرآن ہے اور آپ کے اعمال اور اخلاق قرآن کی خاموش تفسیر“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کو مزید سمجھنے کے لئے ذیل میں تفسیر ابن کثیرؒ سے تین روایت درج کی جا رہی ہیں

﴿۱﴾ حضرت سعید بن ہشام نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ نبی ﷺ کے اخلاق کیسے تھے آپ نے فرمایا آپ ﷺ کے اخلاق قرآن تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ امیؓ نے پوچھا کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ ابن ہشامؒ نے کہا جی ہاں پڑھا ہے پس آپ نے فرمایا تو بس آپ ﷺ کا اخلاق قرآن کریم تھا۔

﴿۲﴾ امی عائشہؓ نے دریافت کرنے پر بنو اسد کے ایک شخص کو سنایا کہ ”ایک مرتبہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کھانا پکایا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھی۔ میں نے اپنی لونڈی سے کہا دیکھ اگر مجھ سے پہلے حفصہؓ کے یہاں سے کھانا آجائے تو گرا دینا چنانچہ اس نے یہی کیا اور برتن ٹوٹ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بکھرے ہوئے برتن کو سمیٹنے لگے اور کہا کہ اس کے بدلے برتن تم دو واللہ اور کچھ ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی۔

﴿۳﴾ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے دس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارے اس میں ایک دن بھی آپ نے اُف تک نہ کہا کسی کرنے کے کام کو نہ کرو یا نہ کرنے کے کام کو کرو ڈانٹ ڈپٹ تو دور یہ تک نہ کہا کہ ایسا کیوں ہوا؟

ہمیں بھی چاہئے کہ ہم بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اخلاق اپنے اندر پیدا کرے اور بد اخلاق سے گریز کیا جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ نسب: محمد ﷺ بن عبد اللہ بن

عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لؤی بن غالب

بن فھر بن مالک بن نصر بن کنانة بن خزيمه بن مدركة بن الياس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن أدد بن مقوم بن ناحور بن تيرح بن يعرب يشجب بن نابت بن اسماعيل بن ابراهيم بن آزر بن ناحور بن ساروغ بن راعو بن فالخ بن عيبر بن شالخ بن أرفخشذ بن سام بن نوح بن لمك بن متوشليخ بن ادريس بن يرد بن مهليل بن قينن بن يانش بن شيث بن ابو البشر آدم عليه - الصلوة والسلام -

(سيرة النبي صلى الله عليه وسلم للذهبي "صفحة ۵۱ تا ۵۲، سيرة النبي صلى الله عليه وسلم لابن هشام صفحہ ۱۱ تا ۱۲)

مندرجہ بالا شجرے میں نزار بن معد بن عدنان تک تمام علماء کا اتفاق ہے البتہ عدنان اور اسماعیل علیہ السلام کے درمیان جو شجرہ ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے علامہ ذہبی رحمہ اللہ علماء کے اقوال نقل کئے ہیں اور فرمایا ہے کہ:

”عدنان اور اسماعیل علیہ السلام کے درمیان والے آباء کے بارے میں اختلاف ہے بعض نے کہا ان کے درمیان ۹ آباء ہیں بعض نے ۷ کہا بعض نے آباء کے ناموں میں بھی اختلاف کیا اور بعض نے کہا کہ ان کے درمیان ۱۵ آباء ہیں بعض نے کہا ۴۰ ہیں اور ایک روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے کہ معد بن عدنان اور اسماعیل علیہ السلام کے درمیان ۳۰ آباء ہیں“

(سيرة النبي صلى الله عليه وسلم للذهبي "صفحة ۲)

علامہ منصور پوری نے بڑی تحقیق کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ نسب تیار کیا جس میں آپ نے معد بن عدنان اور حضرت اسماعیل کے درمیان تقریباً چالیس آباء بیان کئے البتہ علماء نے اس سے بھی اختلاف کیا ہے کہ اس شجرہ میں معد بن عدنان سے اسماعیل علیہ السلام تک جن آباء کا نام دوسرے علماء نے لیا ان میں سے کچھ نہیں ہیں اور اس کے علاوہ نئے نام بھی ہیں۔ ان کا مرتب کردہ شجرہ درج ذیل ہے۔

محمد ﷺ بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤی بن غالب بن فھر بن مالک بن نصر بن کنانة بن خزيمه بن مدركة بن الياس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان بن أو بن هميسع بن سلامان بن حوص بن بوز بن قموال بن أبي بن عوام بن ناشد بن حزا بن بلداس بن بدلاف بن طابخ بن جاحم بن ناحش بن ماخی بن عیض بن عبقر بن عبید بن الدعا بن حمدان بن سنبر بن یثربی بن یحزن بن یلحن بن أرعوی بن عیض بن ذیشان بن عیصر بن أفناد بن أيهام بن مقصر بن زارح بن سمی بن مزی بن عوضه بن عرام بن قیدار بن اسماعیل بن ابراهيم بن آزر بن ناحور بن ساروغ

(یا ساروغ) بن راعو بن فالخ بن عابر بن شالخ بن أرفخشذ بن سام بن نوح بن لامک بن
مَتُوشَلِخ بن ادریس بن یرد بن مهلائل بن قینان بن آنوشه بن شیث بن ابو البشر آدم علیہ
الصلوة والسلام

(رحمت للعالمین صفحہ ۱۴ جلد ۲، الریحق المختوم صفحہ ۷۵)

پہلے دئے گئے شجرے اور علامہ منصوری کا مرتب کردہ شجر نامے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اوپر والے ناموں میں بھی
اختلاف ہے مثلاً اوپر والے شجرے میں نام ہے راعو بن فالخ بن عیبر جب کہ اس شجرے میں عیبر کی جگہ عابر موجود ہے۔ اسی طرح
اوپر والے شجرے میں سام بن نوح بن لمک موجود ہے جبکہ علامہ صاحب کے مرتب کردہ شجرے میں لمک کی جگہ لامک ہے اسی
طرح علامہ ذہبی کے حوالے سے جو شجرہ بیان کیا ہے اس میں ادریس بن مہلیل بن قینان بن بانس ہے جبکہ اس میں مهلائل بن
قینان بن آنوشہ موجود ہے۔ لیکن ہم دونوں میں سے کسی شجرے کے تیسرے حصے جو کہ ابراہیم علیہ السلام کے اوپر ہے میں سے کسی ایک کو
غلط اور دوسرے کو صحیح قرار نہیں دے سکتے کیونکہ جس طرح عدنان اور اسماعیل علیہ السلام کے درمیان آباء کی تعداد اور ناموں میں علماء کا
اختلاف ہے اسی طرح یہاں پر صرف ناموں کا ہی اختلاف ہے اور بانس کے علاوہ کسی نام میں جو اختلاف ہے وہ ایک یا دو حرف اضافی کا
ہے مثلاً مہلیل کی جگہ مہلائل جس میں صرف پہلی لام کے بعد الف کا اضافہ ہے وغیرہ۔ پھر یہی شجرہ جو علامہ منصوری نے نقل کیا ہے علامہ
ذہبی نے بھی اس کو درج کیا ہے (سیرۃ النبی للذہبی صفحہ ۳) پس بالکل صحیح شجرہ محض اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا البتہ یہ بھی آپ صلی اللہ علیہ
وسلم کا معجزہ شمار کیا جاسکتا ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ حضرت آدم علیہ السلام تک محفوظ کر دیا ہے۔

ولادت باسعادت: نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب فیل کا واقعہ پیش آنے والے سال ہی میں پیدا ہوئے۔ جیسا کہ حضرت
ابن عباس رضی اللہ عنہما کی صحیح روایت سے ثابت ہے کہ ”اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے“ اور ایک روایت امام
ترمذی نے آپ کے دادا سے روایت کی ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں پیدا ہوئے“ البتہ اس سے اختلاف کرتی کچھ
روایت بھی موجود ہیں مثلاً ابن عباسؓ سے ہی مروی ہے کہ ”آپ صلی اللہ علیہ وسلم سال فیل سے ۱۵ دن قبل پیدا ہوئے“ مگر صحت کے لحاظ
سے اہل علم سال فیل والی روایت ہی کو ترجیح دی ہے۔ انگریزی لحاظ سے آپ کا سن پیدائش ۵۷۱ عیسوی ہے جبکہ ہندوستانی مہینوں کے لحاظ
سے آپ کا سال پیدائش ۶۲۸ بکری ہے۔

اس بات میں اہل علم کافی حد تک متفق نظر آتے ہیں کہ آپ کا یوم پیدائش پیر تھا۔ جیسا کہ سعید بن مسیب وغیرہ نے روایت کیا کہ
أن الرسول الله صلى الله عليه وسلم ولد في ليلة الاثنين (یعنی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیر کی رات کو پیدا ہوئے) اور
اسی طرح امام مسلم نے بھی روایت کیا کہ ایک اعرابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ پیر کو روزہ کیوں رکھتے ہو؟ فرمایا کیونکہ
یہ وہ دن ہے جس دن میری ولادت ہوئی اور جس دن مجھ پر اللہ نے وحی نازل کی۔ اسی طرح مسند احمد میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی

ہے کہ اللہ کے نبی پیر کو پیدا ہوئے۔ اللہ کے نبی کو نبوت پیر کے روز ملی۔ نبی نے مکہ سے ہجرت پیر کے روز کی اور پیر کے روز ہی مدینہ میں داخل ہوئے۔ پیر کے دن ہی مکہ فتح ہوا اور سورۃ المائدہ بھی پیر کو نازل ہوئی اور آپ کی رحلت بھی پیر کو ہوئی۔

آپ کی پیدائش کا مہینہ ربیع الاول ہے اس میں بھی کوئی زبردست اختلاف نہیں۔ البتہ سب سے زبردست اختلاف آپ کی تاریخ پیدائش میں ہے۔ علامہ ذہبی نے اس بارے میں دو روایات نقل کی ہیں ایک ابو جعفر محمد بن علی سے منقول ہے کہ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کو دس ربیع الاول پر پیدا ہوئے“ اور دوسری روایت ابو معشر نجیح سے منقول ہے کہ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ربیع الاول کی رات کو پیدا ہوئے“

اس کے علاوہ دوسری کتب میں دوسری روایات بھی ملتی ہیں جس میں بعض ۲ ربیع الاول، بعض ۸ ربیع الاول، بعض ۹ ربیع الاول، بعض ۱۰ ربیع الاول، بعض ۱۲ ربیع الاول اور بعض ۱۵ ربیع الاول کی تاریخ ولادت درج ہے۔ البتہ تاریخ خضری جلد اول صفحہ ۶۲ اور رحمۃ للعالمین جلد اول صفحہ ۳۹ (بحوالہ الریح المختوم) آپ کی تاریخ پیدائش ۹ ربیع الاول صحیح ہے۔ فلکیات کی تحقیق کے مطابق بھی آپ کی تاریخ پیدائش نو (۹) ربیع الاول بنتی ہے۔ کیونکہ آپ کی تاریخ پیدائش انگریزی لحاظ سے ۲۲ ربیع الاول بنتی ہے (البتہ علامہ ذہبی نے ۲۰ اپریل بھی نقل کیا ہے) اور بکرمی مہینوں کے لحاظ سے آپ کی تاریخ پیدائش یکم (۱) جیٹھ ۶۲۸ بکرمی ہے۔ فلکیات کے حساب سے یہ دونوں تواریخ صرف ۹ ربیع الاول کو ملتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

ختنہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدائش کے وقت عربوں کا دستور تھا کہ بچہ پیدا ہونے کے ساتویں دن ختنہ کروائی جاتی۔ کتب سیرت پر نظر ڈالنے پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ مختون (ختنہ ہوئے ہوئے) پیدا ہوئے۔ البتہ ایک روایت میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ ”آپ ﷺ کا ختنہ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے ساتویں روز کیا اور اس پر دعوت کی گئی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کروائی گئی۔“ جب کہ آپ کے مختون پیدا ہونے کے بارے میں جو روایات ہیں انہیں نمبر وار درج کیا جا رہا ہے۔

﴿۱﴾..... حضرت ابن عباس اپنے والد عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مختون اور ہنستے ہوئے پیدا ہوئے جس پہ عبدالمطلب کو تعجب ہوا اور (جب) انہوں نے آپ کو (ہاتھوں) میں لیا تو فرمایا کہ اس شان سے آج تک کوئی پیدا نہ ہوا ہوگا“ اس روایت کو علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مختلف تصانیف میں ذکر کیا ہے۔

﴿۲﴾..... ابوبکر (ہمیں نہیں معلوم ہو سکا کہ آیا یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں یا کوئی اور ابوبکر) سے روایت ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ختنہ جبرائیل علیہ السلام نے کیا اور پھر آپ کے قلب کو مطہر فرمایا“ لیکن امام ذہبی نے اس روایت کو منکر میں شمار کیا۔

زیادہ تر اہل علم جن میں صاحب فتح الباری حافظ و علامہ ابن حجر عسقلانی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں ان کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختون پیدا ہوئے تھے۔ جب کہ ساتویں دن ختنہ والے واقعے کو بھی بعض اہل علم نے لیا ہے مثلاً علامہ ابن قیم وغیرہ۔

شب ولادت کے عجائبات اور ظہور النبی آخر الزماں ﷺ کی نشانیاں

۱..... نور کا ظہور اور شام کے محلات کا روشن ہونا: امام احمدؒ حضرت عرابض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے فرمایا کہ ”جب آپ کی ولادت ہوئی تو میرے جسم سے ایک نور نکلا جس سے میرے سامنے ملکِ شام کے محل روشن ہو گئے“

۲..... ایوان کسری میں برجوں کا گرنا: حضرت ابن ابی الدنیا نے روایت کیا ہے کہ ”آپ کی پیدائش کی شب کسری

کے محل داغدار ہو گئے اور اس کے چودہ برج گر گئے“

۳..... جھیل ساریہ کا سوکھ جانا: ”..... اور بحیرہ ساریہ خشک ہو گیا.....“

۴..... آتش کدہ کا ٹھنڈا ہونا: آگے روایت میں ہے کہ ”فارس میں مجوس کے آتش کدہ کی آگ بجھ گئی جو پچھلے ہزاروں

سالوں سے روشن تھی.....“

۵..... گرجوں کا منہدم ہونا: ”..... اور گرجے منہدم ہو گئے“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء اور کنیتیں:

یوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے نام تھے جن

میں سے اکثر ناموں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن میں مخاطب کیا مثلاً یسّٰ. طہٰ مزمل اور مدثر وغیرہ۔ اور کچھ روایات میں موجود ہیں ذیل میں ہم روایات سے ثابت ناموں کا ذکر کر رہے ہیں۔

۱..... محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۲..... احمد

۳..... ماجی

۴..... حاشر

۵..... عاقب

۶..... رؤف

۷..... رحیم

۸..... الحقّی

۹..... نبی الرحمة

- ۱۰.....نبی المہمۃ
- ۱۱.....خاتم
- ۱۲.....سراج
- ۱۳.....منیر
- ۱۴.....نبی التوبۃ
- ۱۵.....رحمۃ للعالمین
- ۱۶.....عبداللہ
- ۱۷.....شاہد
- ۱۸.....مبشر
- ۱۹.....داعی الی اللہ
- ۲۰.....نذیر
- ۲۱.....فاتح
- ۲۲.....قم
- ۲۳.....محمود
- ۲۴.....ابوالقاسم
- ۲۵.....ابو ابرہیم وغیرہ

(تخریج: کتاب السیرۃ للذہبی صفحہ ۱۱ تا ۱۲)

ان ناموں کے بارے میں علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ﴿واکثر ما سقنا من أسمائه صفات له لا أسماء أعلام﴾۔



نوٹ: اس تحریر میں موجود مواد سیرت کے مستند ترین کتب سے لیا گیا ہے جس میں سب سے زیادہ ترجیح علامہ ذہبی رحمہ اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے اور روایت اور حدیث کی تخریج اسی سے کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم از علامہ عبدالملک بن ہشام المتوفی ۴۱۸ ہجری۔ هذا الحبيب محمد صلى الله عليه وسلم يا مهاب

از ابو بکر جابر الجزائری اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم از محمد بن اسحاق بن یسار المدنی المتوفی ۱۵۱ ہجری سے بھی واقف نقل کئے گئے ہیں خصوصاً شجرہ نصب کی تحقیق میں ان کتب سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کتاب الرحیق المختوم سے بھی استفادہ حاصل کیا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ اس ادنیٰ سی کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین۔

(جاری ہے.....)

(تخریج : السیرۃ النبوة صلی اللہ علیہ وسلم للذہبی صفحہ ۱ تا ۵ اور السیرۃ النبوة صلی اللہ علیہ وسلم لابن ہشام صفحہ ۱۱ تا ۱۷)

حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت

عصر سے مغرب کے درمیان پورا ایک قرآن ختم کر لیتے تھے (بجائے اللہ)

حکیم عبدالسلام فرماتے تھے کہ میرے عقیدہ میں سید صاحب، مولوی اسمعیل صاحب اور مولوی عبدالحی صاحب بھی شریک تھے۔ مولوی عبدالحی صاحب نے وعظ فرمایا اور یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے اوقات میں بھی برکت عطا فرماتا ہے اور جو کام کئی روز میں نہیں ہو سکتا وہ چند گھنٹوں میں کر لیتے ہیں۔ چنانچہ بعض لوگ عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر لیتے ہیں اور یہ مضمون اس انداز سے بیان فرمایا کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ خود مولانا کو بھی یہ کرامت حاصل ہے اور مولوی اسمعیل صاحب کے متعلق تو صراحت کے ساتھ فرمایا کہ یہ عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر لیتے تھے۔ اس بناء پر لوگ مولوی اسمعیل صاحب کو لپٹ گئے اور کہا کہ حضرت ہم کو بھی اس کرامت کے مشاہدہ کو ادیتجئے۔ چنانچہ گوشتی کے پل پر لوگ اکٹھے ہوئے اور مولانا نے ہزاروں آدمیوں کے مجمع میں عصر سے مغرب تک قرآن شریف ختم کر دیا۔ ﴿ارواح ثلاثہ، ص ۵۵﴾

تقلید کی ضرورت اور عصر حاضر کا تقاضہ

حضرت عمران عمر شہاب صاحب یوسف زئی حفظہ اللہ

خلیفہ مجاز

قطب الاقطاب حضرت ناصر الدین خاکوانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

ابتدائیہ

اس حقیقت کو کسی سے انکار نہیں ہو سکتا کہ برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی شمع روشن کرنے کا سہرہ اہل سنت والجماعت احناف کے سر ہے، جنہوں نے یہاں پر موجود طاغوتی قوتوں کو تہہ تیغ کیا اور اسلام کی روشن تعلیمات اس ملک کے ہر ایک کو نے تک پہنچائیں۔ لاکھوں انسانوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام نہ صرف یہ کہ قبول کیا بلکہ انہی انسانوں میں سے حنفی الفقہ اہل سنت والجماعت کے اس قدر رجال بنے کہ تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے ہر ایک فن میں مہارت تامہ حاصل کی، اور دین اسلام کے ہر ایک عنوان پر اس قدر محنت و عرق ریزی کی کہ دنیا کے کسی اور خطہ میں اس قدر علمی ذخیرہ ملنا مشکل ہے۔ جہاں ان میں سے درس و تدریس کرتے ہوئے **شاہ ولی اللہ** جیسے جمال شریعت نظر آتے ہیں وہیں **مجدد الف ثانی** جیسے کمال طریقت بھی نظر آتے ہیں۔ **سید مرزا مظہر جان جاناں**، **شاہ اسماعیل شہید** اور **سید احمد شہید** میدان جہاد میں نکلے اہل تصوف میں سے نظر آئے تو **شیخ احمد سرہندی**، **محمد معصوم** اور **خواجہ سیف الدین** جیسے صوفیاء لشکر اسلام کے سپہ سالاروں کی اصلاح اور تزکیہ نفس کرتے ہوئے بھی نظر آئے۔۔۔ الغرض اسلام اس ملک میں فقہ حنفی اہل سنت والجماعت علماء و صلحاء کے ذریعے پھیلا اور قائم رہا۔۔۔ جس کی نظیر آج تک علماء و صلحاء دیوبند کے عظیم مدرسے میں موجود ہے۔

طاغوتی قوتیں ہمیشہ سے اہل حق کے خلاف ہی کار فرما رہی ہیں۔ اسلئے ضروری تھا کہ یہاں بھی وہی قانون رونما ہو۔۔۔ چنانچہ اسلام کے خلاف انگریز طاغوت نے برصغیر پاک و ہند پر مسلم سپہ سالاروں سے غداری کر کے قبضہ جمالیا اور مسلمانوں کے ہاتھ سے اس ملک کی باگ ڈور چھین لی۔۔۔ یہ ایک غم و الم کا وقت تھا کہ جب قریباً ہزار سال تک حکومت کرنے والے مسلم غالبین آج مغلوب ہو رہے تھے۔ یقیناً ہر آنکھ کو اشکبار ہونا چاہئے تھی۔ اس سے بھی بڑھ کر اسلام پر عمل کرنے والوں پر مصیبت اس وقت ٹوٹی جب نئی حکمران ملکہ وکٹوریہ نے برصغیر پاک و ہند میں ”آزادی مذہب“ کا اعلان کیا جو اس بد بخت ملکہ کی سلور جوبلی کے موقع پر کیا گیا۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم **نواب صدیق حسن خان** لکھتے ہیں:

﴿فرمانروایان بھوپال کو ہمیشہ آزادی مذہب (انکار تقلید) میں کوشش رہی ہے جو منشاء خاص ہے گورنمنٹ برطانیہ کا﴾

(ترجمان دہلیہ ص ۳)

اسی طرح ایک اور جگہ موصوف لکھتے ہیں:

﴿اگر کوئی سلطنت برطانیہ کا بدخواہ و بداندیش ہوگا تو وہ وہی ہوگا جو آزادی مذہب کو ناپسند کہتا ہوگا اور ایک خاص مذہب (حنفی شافعی)

ایک موقع پر تو کھلم کھلا اعلان کر دیا کہ:

﴿یہ لوگ (یعنی منکرین تقلید) اپنے مذہب میں وہی آزادی برتتے ہیں جس کا اعلان سلطنت برطانیہ کی جانب سے بار بار ہو چکا ہے۔۔۔ یہ آزادی سلطنت برطانیہ کو اور ان کو جو اپنے مذہب میں آزادی برتتے ہیں، مبارک رہے۔ اب جاننا چاہیے کہ سلطنت برطانیہ کا دشمن مذہب کی قید و تقلید کا اسیر ہوگا یا آزادی مذہب کو پسند کرنے والا؟﴾ (ترجمان وہابیہ: ص ۳۲)

اور فقہ حنفی کے خلاف کھلے بندوں لکھ ڈالا کہ:

﴿یہ (یعنی مقلد) چاہتے ہیں کہ وہی تعصب مذہبی اور تقلید شخصی جو ان میں چلی آ رہی ہے، قائم رہے اور جو آسائش رعایائے ہند کو بوجہ آزادی مذہب گورنمنٹ نے عطا کی ہے وہ اٹھ جائے اور امن عالم باقی نہ رہے﴾ (ترجمان وہابیہ: ص ۵۶)

انگریزوں کی حمایت میں یہاں تک لکھ دیا کہ:

﴿گورنمنٹ ہند کے خلاف موحدین کو ہتھیاراٹھانا خلاف ایمان و اسلام کے ہے﴾ (ترجمان وہابیہ: ص ۱۶)

افسوس کے عوام الناس کو ﴿اَطِيعُوا اللَّهَ وَ اَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ کا درس دینے والے خود قرآن مجید پر عمل کرنا بھول گئے اور دشمنان اسلام کو بجائے اسکے کہ ہندوستان سے نکالتے بلکہ خود ان غاصبوں کے قدم جمانے کی فکر میں لگ گئے۔ اور اسکی وجہ یہی تھی کہ اگر انگریزوں کا ساتھ نہ دیا جاتا تو انکی طرف سے جو آسائش رعایائے ہند کو مل رہی تھیں اسکے مزے لوٹنے کا اور کون سا رستہ باقی تھا؟ اس بات کو جانتے ہوئے کوئی شخص انکار کرنے کی جرات نہیں کر سکتا کہ فتنہ انکار تقلید انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ثابت ہوا جس نے آگے چل کر امت کا شیرازہ بکھیر کے رکھ دیا اور نت نئے فتنے جنم دینے کا موجب و ذریعہ بن گیا۔

وہ آخرت فراموش لوگ جو انکار تقلید کر کے غیر مقلد بن گئے تھے وہ سلطنت برطانیہ کے وفادار مانے گئے اور کہلائے گئے۔ لیکن جن عاقبت اندیش لوگوں نے اس آزادی مذہب کے اشتہار کو لات ماری، انھیں غدار سلطنت برطانیہ کا لقب و خطاب دیا گیا۔ قید و بند کی صعوبتیں انہی کے لئے مختص تھیں۔ جنگ و جدل صرف انکے لئے ہی مقرر تھی۔ برصغیر پاک و ہند پر ایک ہزار سال تک حکومت کرنے والوں کے لئے اب انکے اپنے ملک میں رہنا دو بھر کر دیا گیا تھا۔ اس کے برعکس تقلید کا انکار کرنے والوں کے لئے آسائشیں تھیں۔ نہ انکے لئے قید و بند کی آزمائش تھی اور نہ ہی کسی جنگ و جدل کی لڑائی۔ اس انکار تقلید کی وجہ سوائے سلطنت برطانیہ کے اشتہار کے، نہ کتاب اللہ کی کوئی آیت تھی اور نہ ہی کوئی رسول اللہ کی حدیث۔ صرف اور صرف گورنمنٹ برطانیہ کی آسائشوں کے چسکارے تھے اور انکی اطاعت کے مزے۔ جب برصغیر پاک و ہند کی عوام آزادی مذہب کے آگے سر جھکانے لگی تو بس یہ وہ غم و اندوہ کا لمحہ تھا کہ جب امت کا اتحاد پارہ پارہ ہو گیا۔ اسلام اس ملک میں انگڑائیاں لینے لگا۔ نت نئے فرقے اور فتنے جنم لینے لگے۔ اور مولانا عبدالاحد خانپوری نے صاف لکھ دیا کہ:

﴿نچری فرقہ﴾ (منکرین کرامات و معجزات)، قادیانی فرقہ (منکرین ختم نبوت و حیات مسیح) ورچکڑالوی فرقہ (منکرین سنت) انہی اہل حدیثوں (یعنی منکرین تقلید) سے نکلا (کتاب التوحید والسنہ: صفحہ ۲۱)

فتنہ انکار تقلید نے ”لباس خضریٰ میں راہزن“ کا کردار ادا کیا، جس کا بنیادی مقصد امت مسلمہ کو سلف صالحین آئمہ و علماء کے ساتھ رشتہ جو نسبت و تعلق کی بناء پر مضبوط تھا، اسکو تاویلات کی قینچی سے ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور طریقت و تصوف کے عارفین اور اہل اللہ سے بدظن کروانا تھا۔ تاکہ امت کا اتحاد پارہ پارہ کر کے اسلام دشمن طاقتوں سے بھیک مانگی جاسکے۔ علماء و صلحاء پر کچڑا چھالنا ان کے رات دن کا مشغلہ بن چکا ہے۔ اور نا صرف یہ بلکہ ان کی توہین و تکفیر کرنا عین حق جانتے ہیں۔

قارئین کرام، یہ ایک ہلکی سی جھلک اس حقیقت کی ہے جو منکرین تقلید عوام کے سامنے جان بوجھ کر نہیں لاتے۔ اس عاجز نے اس مختصر رسالے میں مناظرانہ طرز اختیار کرنے کی بجائے منکرین تقلید کے اعتراضات کا رد کرنے سے پہلے اس حقیقت سے پردہ اس لئے اٹھایا تاکہ عوام الناس کو گمراہ کرنے والوں کا اصل چہرہ پہلے بے نقاب ہو جائے اور ان کو اپنی اصل کی جانب لوٹنے کے بعد اپنے عقائد باطلہ اور رسومات فاسدہ سے کنارہ کش ہونے کا کوئی رستہ مل جائے۔ کیونکہ اگر بحث و مناظرہ کی فضا پیدا کر دی جائے تو اس حالت میں بے فکروں کا علاج تو ممکن ہے لیکن بد فکروں کا نہیں۔۔۔

تقلید کی ضرورت اور عصر حاضر کا تقاضا

اس حقیقت سے کسی مسلمان کو انکار نہیں کہ دین کی دعوت کا محور قرآن و حدیث کو کہا گیا ہے۔ بلکہ یوں کہنا مناسب ہوگا کہ قرآن مجید ہی کو محور جانا جائے اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث و سنت پر اس لئے عمل کیا جائے کہ آپ ﷺ نے اپنی گفتار و اعمال سے احکام الہی کی ترجمانی فرمائی ہے اور نفس انسان کو اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند بنانے پر اپنی تمام تر محنت و دعوت اور تبلیغ و ترویج صرف فرمائی۔ اور ﴿اطیعوا للہ واطیعوا رسولہ ﷺ﴾ اس معنی پر شاہد و عادل ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے سوا کسی اور کی اطاعت کرنے کا قائل ہو اور صرف اسی اتباع کرنے کو معیار حق سمجھتا ہو، وہ یقیناً دائرہ اسلام سے خارج متصور ہوگا، کیونکہ اس نے قرآن و حدیث کی نص کو چھوڑ کر اپنی عقل کو معیار گردانا، جس کے فعل بد ہونے پر کسی کو کوئی شک و شبہ نہیں۔ لہذا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرآن و حدیث کے احکام کی اطاعت کرے۔

اسی طرح اس حقیقت سے بھی کسی کو انکار نہیں کہ قرآن و حدیث کے مسائل دو اقسام کے ہیں۔

۱۔ ایسے مسائل جن کے واقعی اور قطعی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔

مثال کے طور پر قرآن مجید میں ارشاد ہے

﴿لَا یَغْتَبِ بَغْضُکُمْ بَعْضًا﴾ (سورہ الحجرات)

یعنی ”تم میں سے کوئی کسی کو پیٹھ پیچھے برانہ کہے۔“

اب اس فعل کی برائی سب پر واضح ہے، اور کوئی شک و شبہ نہیں۔ نیز اس بات سے شریعت کا کوئی مسئلہ ٹکراتا بھی نہیں۔
اسی طرح حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے؛

﴿ لا فضل لعربی علی عجمی ﴾

یعنی ”کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت نہیں“

۲۔ ایسے مسائل جن میں ابہام و اجمال پایا جاتا ہے، نیز ایسے مسائل قرآن مجید کی کسی دوسری آیت یا حدیث مبارکہ میں مذکور کسی دوسری حدیث سے متعارض معلوم ہوتے ہیں۔ (یاد رکھیں کہ یہاں اس عاجز نے ”معلوم ہوتے ہیں“ کا لفظ استعمال کیا ہے، کیونکہ ایسے مسائل کا اختلاف نہیں ہوتا، لیکن انسان چونکہ عقل سے ہر چیز کو پرکھنے کی کوشش کرتا ہے اس لئے ایسے مسائل متعارض معلوم ہوتے ہیں البتہ حقیقت میں متعارض نہیں ہوتے)۔

مثال کے طور پر قرآن مجید میں ارشاد ہے؛

﴿ والمطلقت یتربصن با نفسھن ثلثة قروع ﴾

یعنی ”اور جن عورتوں کو طلاق دیدی گئی ہو، وہ تین قرء گزرنے تک انتظار کریں“

اس آیت مبارکہ میں مطلقہ عورت کی عدت بیان کی گئی اور کہا گیا کہ وہ تین قرء گزرنے تک انتظار کریں۔ قرء کا لفظ عربی میں ”حیض“ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور ”پاکی“ کے لئے بھی۔ اس جگہ ابہام یہ ہے کہ آیا پہلے معنی لئے جائیں یا دوسرے معنی؟
اسی طرح قرآن مجید میں ارشاد ہوا کہ؛

﴿ ولا ذکر اللہ اکبر ﴾

یعنی ”اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت بلند ہے“

دوسری طرف حدیث میں ارشاد ہوتا ہے کہ؛

﴿ افضل ذکر لا الہ الا اللہ ﴾

یعنی ”سب سے بہترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے“

اب یہاں تعارض ہے، کہ آیا ”اللہ“ کا ذکر افضل ہے یا ”لا الہ الا اللہ“ کا؟

اس لئے ان احکام کا قرآن و حدیث سے مستنبط کرنا خاص دشوار عمل ہے۔ اس کا ایک طریقہ تو یہ ہوگا کہ ہم اپنی فہم و بصیرت کو کام میں لا کر اور اسی پر اعتماد کرتے ہوئے ان مسائل کا حل خود سوچ لیں اور اسی کے مطابق عمل کریں۔ دوسرا طریقہ یا پھر یہ ہوگا کہ ہم از خود فیصلہ کرنے کی بجائے یہ دیکھیں کہ ان مسائل میں ہمارے جلیل القدر اسلاف نے کیا سمجھا ہے؟ پھر اسی کے مطابق عمل کریں۔

اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے اور جانبداری کو ایک طرف رکھتے ہوئے اپنے دل و دماغ سے اس کا جواب لینا چاہیں تو اس میں

کوئی شک نہیں کہ ان دونوں صورتوں میں سے پہلا طریقہ خطرناک ہے اور دوسرا طریقہ محتاط۔ یہ صرف تواضع اور کسر نفسی ہی نہیں ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔ کہ علم و عمل، فہم و تدبر، ذکاوت و حافظہ، دین و دیانت، تقویٰ اور پرہیزگاری۔۔۔ الغرض ہر اعتبار سے ہم اس قدر تہی دست ہیں کہ قرونِ ثلاثہ سے کچھ بھی مناسبت نہیں۔ اور پھر جس مبارک ماحول میں قرآن مجید نازل ہوا تھا قرون و ثلاثہ کے علماء اس ماحول سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اس زمان و مکاں کے قرب کی بدولت قرآن و حدیث کی مراد کو سمجھنا زیادہ آسان اور سمجھانا بھی آسان تر ہوگا۔ اسکے برخلاف ہم عہد رسالت ﷺ کے اتنے عرصے بعد پیدا ہوئے اور زمان و مکاں کا اس قدر تفاوت ہمیں یقین دلاتا ہے کہ قرآن و حدیث کی مراد کو سمجھنا ہمارے لئے مشکل بھی ہے اور سمجھانا مشکل تر۔ کیونکہ ہمیں نہیں معلوم کہ کون سی آیت کس پس منظر کے تحت نازل ہوئی، اور کس آیت کا شان نزول کیا ہے؟ حالانکہ اس بات سے کسی کو انکار نہیں کہ کسی بھی آیت و حدیث کی تفسیر بیان کرنے سے پیشتر اسکے نزول کی وجہ (شان نزول) اسکا پس منظر، طرز معاشرت، طرز گفتگو کا ہو بہو بعینہ نقشہ باندھنا نہایت ضروری ہے تبھی اس آیت و حدیث کا سہی مفہوم ادا بھی ہو سکے گا اور سمجھنا بھی آسان ہوگا۔۔۔

تقلید کی تعریف:

”ان تمام باتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے اگر ہم اپنی فہم و تدبر پر اعتماد کرنے کی بجائے قرآن و حدیث میں مذکور پیچیدہ مسائل کا مطلب ان مطالب کو لے لیں جن کو ہمارے جلیل القدر اسلاف نے اپنایا اور بتایا ہے، تو اسی کو تقلید کرنا کہتے ہیں۔“

اس بناء پر کسی امام یا مجتہد کی تقلید صرف اسی موقع پر کی جاتی ہے جب قرآن و حدیث میں مذکور پیچیدہ مسائل کو سمجھنا دشوار ہو، وگرنہ جو مسائل قطعی ہیں اور جن میں کوئی تعارض و ابہام نہیں، انہیں بغیر کسی تقلید کے مانا جاتا اور عمل کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر: اگر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد اور دوسری عبادات کا ذکر (جن میں کوئی اختلاف نہیں) کیا جائے تو اس میں کسی کی تقلید کی اور کسی کی ماننے اور کسی کی ماننے کی کوئی ضرورت نہیں۔۔۔ البتہ ان عبادات کے اندر جو ارکان و اعمال کئے جاتے ہیں ان ارکان و اعمال میں سے کچھ میں (جیسے رفع یدین کرنا یا نہ کرنا وغیرہ) چونکہ اختلاف ہے اور سمجھنا مشکل اسلئے صرف ان باتوں میں تقلید کی حاجت پیش آئے گی۔

چنانچہ مشہور حنفی عالم حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی تحریر فرماتے ہیں کہ:

”پس وہ متفقہ مسائل جن کا دین میں ہونا بدایہتہ معلوم ہے مثلاً نماز، روزے، زکوٰۃ اور حج کی فرضیت اور زنا، لواطت، شراب نوشی، قتل، چوری اور غصب وغیرہ کی حرمت ان میں آئمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کی ضرورت نہیں۔ داراصل تقلید کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے جن اعمال میں علماء کا اختلاف رہا ہو۔“ (خلاصہ التحقیق فی حکم التقلید والتفقیق، ص ۴۔ استنبول)

اسی طرح حضرت علامہ خطیب بغدادیؒ نے نہایت ہی احسن پیرائے میں بیان کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

”اور شرعی احکام کی دو اقسام ہیں۔ ایک وہ احکام ہیں جن کا جزو دین ہونا بدایہتہ ثابت ہے، مثلاً پانچ نمازیں، زکوٰۃ، رمضان کے روزے، حج، زنا، شراب اور اسی جیسے دوسرے احکام۔ تو اس میں تقلید جائز نہیں۔ کیونکہ ان چیزوں کا علم سب کو ہوتا ہی

ہے۔۔۔ دوسری قسم وہ ہے جس کا علم فکر و نظر اور استدلال کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ مثلاً عبادات و معاملات اور شادی بیاہ کے فروعی مسائل، پس اس قسم میں تقلید ضروری ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ﴿فاسئلواہل ذکران کنتم لا تعلمون﴾ نیز اس میں تقلید کی ضرورت اس بناء پر ہوگی کہ اگر ہم دین کے ان فروعی مسائل میں تقلید کو ممنوع کہہ دیں تو ہر ایک شخص پر دین کی تعلیم حاصل کرنا (اور اصول تفسیر اور اصول حدیث سے واقفیت حاصل کرنا) ضروری ہی نہیں بلکہ لازم ہو جائے گا۔ اور لوگوں پر اسے لازم کرنے سے زندگی کی دوسری ضروریات برباد ہو جائیں گی۔“ (الفقیہ والمنفقہ للخطیب بغدادی: جلد ۲ ص ۶۷، ۶۸ مطبوعہ دارالافتاء سعودیہ ریاض ۱۳۸۹ھ)

لائق توجہ:

مذکورہ بالا دو روایات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کسی امام یا مجتہد کی تقلید کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اسے بذات خود واجب الاطاعت سمجھ کر اتباع کی جا رہی ہے، یا اسے شارع کا درجہ دے کر اسے قانون ساز بنایا جا رہا ہے۔ نہیں۔۔۔ ایسا ہرگز نہیں۔۔۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ پیروی و اتباع تو صرف اور صرف قرآن و حدیث کی کی جا رہی ہے اور صرف پیچیدہ مسائل میں ان جلیل القدر اسلاف کی رہنمائی لی جا رہی ہے اور ان کے بیان کردہ جوابات پر اعتماد کر کے ان کی تشریحات کو قبول کیا جا رہا ہے۔۔۔ کیونکہ ہماری نظر ان مسائل کے ان جوابات کی جانب مبذول نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی ہمارا فہم و تدبر اور تقویٰ کا معیار قرون ثلاثہ کے ساتھ کچھ بھی مناسبت رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو مسائل پیچیدہ نہیں، اور جن میں کوئی تعارض و ابہام نہیں انہیں بغیر کسی تقلید کے قبول کیا جاتا ہے کیونکہ وہاں اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ کی اتباع و اطاعت کا مقصد بآسانی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور یہی بات تقلید کا مفہوم و تعریف ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الہمام اور علامہ ابن نجیم تقلید کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

﴿التقلید العمل بقول من لیس قوله احدى الحجج بلا حجة منها﴾

(تیسیر التحریر جلد ۴ ص ۲۳۶)

یعنی ”تقلید کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کا قول مآخذ شریعت میں سے نہیں اس کے قول پر دلیل مانگے بغیر عمل کرنا“

﴿یہاں یہ عاجز ایک نوٹ دینا چاہے کہ مآخذ شریعت چار ہیں: ۱۔ قرآن مجید ۲۔ احادیث نبوی ﷺ ۳۔ اجماع صحابہؓ ۴۔ قیاس﴾

اس تعریف نے جہاں اور پہلو اجاگر کئے وہیں یہ بھی بتا دیا کہ ”تقلید مآخذ شریعت نہیں“ کیونکہ شریعت مطہرہ کے مآخذ قرآن و حدیث اور ان کے ضمن میں اجماع و قیاس ہیں۔ البتہ تقلید کرنے والا یہ سمجھ کر اس کے قول پر عمل کرتا ہے کہ چونکہ وہ قرآن و حدیث کے علوم میں پوری بصیرت کا حامل ہے، اسلئے اسے قرآن و حدیث سے جو مطلب سمجھا ہے وہ میرے لئے زیادہ قابل اعتماد و بھروسہ ہے۔

انصاف کی نظر کا تقاضا ہے کہ اس عمل تقلید میں کوئی بات **شُرک** ہے؟ اگر کوئی شخص کسی غیر نبی کو بذات خود شارع قرار دیدے تو یہ تو البتہ شرک متصور ہوگا۔ لیکن اگر کوئی کسی کو شارع کہنے کی بجائے شارح کہے تو کیا یہ شرک ہوگا؟؟؟ افلاس علم کے اس دور میں ان جلیل القدر اسلاف کے شوارح پر اعتماد کرنا اس قدر ضروری ہے کہ اس سے نہ مفر ہے اور نہ ہی ضرر۔ کیونکہ یہ عاجز پہلے ہی واضح کر چکا کہ وہ جلیل القدر اسلاف ہم سے زیادہ تقویٰ و دیانت میں مقام رکھتے تھے اور زمان و مکاں کا تفاوت بھی اتنا نہ تھا جتنا آج ہمارے درمیان ہے۔۔۔

مثال اس کی یوں سمجھیں کہ پاکستان میں جو قانون نافذ ہے وہ ایک کتابی صورت میں مدون ہے۔ لیکن اگر کسی کو قانونی کارروائی کی ضرورت ہو، اور کسی قانونی پیچیدہ مسئلہ میں رہنمائی لینی ہو تو ایسا کون شخص ہے جو براہ راست قانون کی کتاب اٹھا کر اسکی ورق گردانی کرتا ہے؟ بلکہ وہ پہلی فرصت میں کسی قانون دان کو تلاش کرے گا، اور اس سے اپنے مسئلہ کا حل دریافت کرے گا۔ نیز یہ صرف مسئلہ پوچھنے کی حد تک نہیں رہے گا بلکہ اس قانون دان کی بات پر اعتماد کر کے اس پر عمل بھی کرے گا۔۔۔ کیا کوئی عقل مند یہ کہنے کی جرات کرتا ہے کہ وہ قانون دان خود قانون ساز بن گیا؟ نہیں۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔ بلکہ قانون تو حکومت نے مرتب کیا، اور قانون دان نے اسی قانون کے پیچیدہ مسئلہ کو آسان کر کے قانون کی رہنمائی کے لئے آنے والے شخص کو سمجھا دیا۔۔۔ اس اعتماد کا نام کیا ہے؟ میرے عزیز۔ اسی کو تقلید کہتے ہیں۔ لہذا تقلید کرنے والے (جنہیں عرف عام میں مقلد کہتے ہیں) کو ہرگز یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ قرآن و حدیث کے بجائے آئمہ مجتہدین اور جلیل القدر اسلاف کی اتباع و اطاعت کر رہا ہے۔۔۔ بلکہ وہ ان حضرات کو شارح کا درجہ دے کر اپنی اطاعت کا محور قرآن و حدیث کو قرار دیتا ہے۔۔۔

تقلید کی اقسام:

تقلید کی دو اقسام ہیں:

۱۔ تقلید شخصی:

اس قسم میں تقلید کے لئے صرف ایک امام و مجتہد کے قول کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اور ہر مسئلہ میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس نے اس موقع پر کیا کہا۔

۲۔ تقلید غیر شخصی:

اس قسم میں تقلید کے لئے اگر ایک امام کو اختیار کیا ہے تو کسی دوسرے مسئلہ میں دوسرے امام کو اختیار کر لیا جائے۔ تقلید کی ان دونوں اقسام میں سے پہلی قسم افضل واولیٰ ہے کیونکہ ”جو ایک کا ہے وہ سب کا ہے اور جو سب کا ہے وہ کسی کا نہیں“ ایک مشہور مقولہ ہے۔ اس کی وجہ ہی ہوتی ہے کہ ہر امام نے اپنی اتباع و اطاعت کا حکم نہیں کیا، بلکہ ہر ایک نے قرآن و حدیث پر ہی عمل کرنے کی دعوت دی ہے، اسلئے ان مسائل میں کسی ایک کے قول پر عمل کر لینا ہی کافی ہے۔

تقلید کا ثبوت خود قرآن مجید میں

تقلید کی جو تشریح مندرجہ بالا صفحات میں بیان کی گئی، آئیے اب اس کا ثبوت خود قرآن مجید میں تلاش کرتے ہیں، تاکہ یہ مسئلہ اور واضح ہو جائے۔ قرآن مجید کی یہ آیات بینات واضح کرتی ہیں کہ تقلید کا عنوان خود اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں نازل فرمایا اور وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ تقلید کا حکم کسی بشر کو نہیں ہوا، انھیں اسکی حقیقت سے آشنائی نصیب ہو جائے۔۔۔ یہ عاجز انشاء اللہ تین آیات قرآنی آپ کے سامنے پیش کرے گا۔

پہلی آیت:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (سورہ نساء : ۵۹)

ترجمہ: اے ایمان والو۔ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو، اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو، اور ”اولی الامر“ کی اطاعت کرو۔

”اولی الامر“ کی تفسیر میں بعض علماء نے یہ فرمایا ہے کہ اس سے مراد مسلمان حکام ہیں۔ اور بعض علماء نے یہ فرمایا ہے کہ

اس سے مراد فقہاء ہیں۔ یہ دوسری تفسیر حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت عبد اللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ (تفسیر کبیر: جلد ۳: ص ۳۳۳)۔

حضرت مجاہدؒ، حضرت عطاء بن ابی رباحؒ، حضرت عطاء بن السائبؒ، حضرت حسن بصریؒ، حضرت ابو العالیہؒ اور بہت سے مفسرین کرام نے اسی تفسیر کی جانب رجوع کیا ہے اور حضرت امام فخر الدین رازیؒ نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ:

”اس آیت میں لفظ اولی الامر سے علماء مراد لینا اولیٰ ہے۔“

اور حضرت ابو بکر حصصؓ فرماتے ہیں کہ یہ دونوں تفاسیر درست ہیں۔ اور مطلب یہ ہے کہ حکام کی اطاعت سیاسی معاملات میں کی جائے اور علماء کی اطاعت مسائل شریعت کے باب میں کی جائے۔ (احکام القرآن للجصاص: جلد ۲: ص ۲۵۶)

حضرت علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ ”امراء کی اطاعت کا نتیجہ بھی علماء ہی کی اطاعت ہے کیونکہ امراء بھی شرعی معاملات میں علماء ہی کی اطاعت کرتے ہیں۔“ (اعلام الموقعین: جلد ۱: ص ۷)

لہذا واضح ہوا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے کا حکم ہوا، اور ان علماء کی بھی جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے کلام (قرآن و حدیث) کے شارح ہیں۔ اس اطاعت کا اصطلاحی نام ”تقلید“ ہے۔

ایک اعتراض کا جواب:

اس آیت کا اگلا جملہ یہ ہے:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾

ترجمہ: ”پس اگر کسی معاملہ میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب لوٹا دو، اگر تم اللہ

تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔“

سو یہ اس تفسیر کا مستقل جملہ ہے جس میں خطاب صرف اور صرف مجتہدین کو کیا گیا ہے۔۔۔ کیسے؟ اس بات کو حضرت ابو بکر حصصؓ کے الفاظ میں سنئے۔۔۔

”اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم دینے کے فوراً بعد یہ فرمانا کہ پس اگر کسی معاملہ میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اس معاملہ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب لوٹا دو، اس سے مراد فقہاء ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو فقہاء کی اطاعت کرنے کا حکم دیا اور پھر ﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ﴾ فرما کر فقہاء کو حکم دیا کہ اگر کسی معاملہ میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ

ﷺ کی احادیث و سنت کی طرف لوٹا دو۔ یہ حکم فقہاء ہی کو ہو سکتا ہے کیونکہ کسی غیر عالم کا یہ درجہ نہیں کہ وہ بتا سکے کہ کسی معاملہ کو اللہ اور رسول ﷺ کی جانب لوٹانے کا کیا طریقہ ہے؟ اور نہ انھیں نت نئے مسائل کا استنباط کرنے کے لئے دلائل کے طریقوں کا علم ہوتا ہے۔ لہذا معلوم ہو گیا کہ یہ خطاب فقہاء ہی کو ہے۔“ (احکام القرآن: جلد ۲: ص ۲۵۷)

مشہور اہل حدیث عالم علامہ صدیق حسن خان اس امر کا اعتراف کرتے ہوئے اور ﴿فان تنازعتم﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اور ظاہر یہ ہے کہ یہ مستقل خطاب ہے جس میں روئے سخن مجتہدین کی جانب ہے۔“ (تفسیر فتح البیان: جلد ۲: ص ۳۰۸)

اب یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اس آیت میں اول ان لوگوں کو خطاب ہوا جو علمی بصیرت کے حامل نہیں اور انھیں حکم دیا گیا کہ ان معاملات میں اولی الامر کی اطاعت کی جائے۔۔۔ اور دوسرے جملے میں اولی الامر کو خطاب ہوا کہ جس معاملے میں باہم اختلاف ہو، اسے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ کی جانب لوٹا دیا جائے اور اپنی بصیرت کو کام میں لا کر قرآن و حدیث سے احکام کا استنباط کیا کریں۔

دوسری آیت:

﴿وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ إِذَا عُوِيهِ ط وَلَوْ رُدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولَى الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ﴾ (سورہ نساء: ۸۳)

ترجمہ: ”اور جب ان عوام الناس کے پاس امن یا خوف کی کوئی بات پہنچتی ہے تو یہ اس کی اشاعت کر دیتے ہیں۔ اور اگر یہ اس معاملہ کو رسول ﷺ کی جانب یا اپنے اولی الامر کی جانب لوٹا دیتے تو ان میں سے جو لوگ استنباط کے اہل ہیں وہ اسکی حقیقت کو خوب جان لیتے۔“

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مدینے کے منافقین جنگ اور امن کے متعلق بعض افواہیں اڑاتے رہتے، اور جب وہ بات مسلمانوں کو معلوم ہوتی تو بلا تصدیق کئے آگے پہنچا دیتے، جس سے شہر کے معاملات میں بد مزگی ہو جاتی۔ اس آیت کے نازل ہونے کا مقصد یہی تھا کہ مسلمانوں کو اس طرز عمل سے دور رکھا جائے اور ان افواہوں پر بغیر تصدیق کئے آگے پہنچا دینے کی ممانعت کر دی گئی۔ ساتھ ہی اس حقیقت کو بتلادیا گیا کہ جب ان کے پاس ایسی افواہیں پہنچا کریں تو پہلے ہی سے ان کو مان لینے کی بجائے ”رسول ﷺ یا اولی الامر“ سے جانچ پڑتال کروالی جائے، تاکہ وہ ان باتوں کی تہہ تک پہنچ کر حقیقت کو بتائیں۔۔۔ اب بات واضح ہے کہ جب حضور ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما گئے تو ان باتوں کے حقائق بتانے کے لئے علماء و فقہاء ہی ہیں جو قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط کر کے لوگوں کو حقائق سے روشناس کروا سکتے ہیں۔

ایک اعتراض کا جواب:

اگر یہ کہا جائے کہ یہ آیت خاص امن یا خوف کے زمانے کے حالات سے متعلق ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ اصول تفسیر اور اصول فقہ کا ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ ”آیات سے احکام مستنبط کرنے کے لئے شان نزول کے عمومی حالات کے بجائے آیت کے ظاہر معنی کا اعتبار

کیا جاتا ہے۔“ اسلئے اس آیت کی رو سے ان لوگوں کو حکم دیا جا رہا ہے کہ از خود فیصلہ اور تشہیر کرنے کی بجائے ان لوگوں سے پوچھا جائے جو استنباط کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اور ان کی بصیرت کے ذریعے احکام پر عمل کیا جائے۔۔۔ اسی کا نام تقلید ہے۔۔۔

حضرت امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں:

”پس ثابت ہو گیا کہ استنباط حجت ہے اور قیاس یا تو بذات خود استنباط ہوتا ہے یا اس میں شامل ہے۔ لہذا وہ بھی حجت ہوا۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی تو اب یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ یہ آیت چند امور کی دلیل ہے۔

۱۔ نئے نئے پیش آنے والے مسائل میں بعض امور ایسے ہوتے ہیں جو نص قرآن و حدیث سے نہیں مل سکتے۔ بلکہ ان کا حکم معلوم کرنے کے لئے استنباط کی ضرورت ہوتی ہے۔

۲۔ استنباط خود ایک حجت ہے۔

۳۔ عام آدمی پر واجب ہے کہ وہ نئے نئے پیش آنے والے مسائل میں علماء کی تقلید کرے۔“ (تفسیر کبیر: جلد ۳: ص ۲۷۲)

نیز اس اعتراض کا بھی رفع ہو گیا کہ یہ آیت صرف جنگ کے مخصوص حالات کے تناظر میں نازل نہیں ہوئی۔۔۔ بلکہ زمانہ امن اور خوف واضح کر رہے ہیں کہ اس بات کو دونوں زمانوں میں نافذ سمجھا جائے۔ اسکے لئے دیکھئے:

☆ تفسیر کبیر: جلد ۳: ص ۲۷۳

☆ احکام القرآن للجصاص: جلد ۲: ص ۲۶۳

یہی وجہ ہے کہ مشہور اہل حدیث عالم علامہ صدیق حسن خان نے اعتراف کیا ہے کہ:

”فی الایۃ اشارۃ الی جواز القیاس وان من العلم ... ما یدرک بالاسنتباط“

(تفسیر فتح البیان: جلد ۲: ص ۲۳۰)

اگر آیت سے زمانہ امن کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں ملتی تو قیاس کے جواب پر اس سے استدلال کیسے درست ہو گیا؟

تیسری آیت:

﴿فلولا نفر من کل فرقة منهم طائفة لیتنفقہو فی الدین ولینذروا قومہم اذا رجعوا الیہم

لعلہم یحضرون﴾ (سورہ توبہ: آیت ۱۲۳)

ترجمہ: پس کیوں نہ نکل پڑا ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک گروہ تاکہ دین میں تفقہ حاصل کریں، اور تاکہ لوٹنے کے بعد اپنی قوم کو ہوشیار کریں، شاید کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچ جائیں۔

انسان چونکہ مدنی الطبع ہے اسلئے اسے اپنے رہن سہن اور روزمرہ کی ضروریات بھی پوری کرنا ہوتی ہے، اور دین کی ضروری سمجھ بوجھ بھی ضروری ہے کیونکہ اسی طرح سے وہ دین پر عمل صحیح طریقہ کے ساتھ کر سکے گا، اسلئے اس آیت میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا کہ ایک جماعت ایسی بھی ہونی چاہیے کہ وہ دین کی پوری پوری واقفیت حاصل کرے، اور ان لوگوں کو دین کی تعلیم بھی دے جو اپنی مصروفیات کے

باعث دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے فارغ نہیں کر سکے۔ انھیں دین کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد دین سکھانے کی ذمہ داری ڈال دی گئی تاکہ کوئی شخص بھی دین سے محروم نہ رہ جائے۔ اور دوسری طرف ان لوگوں کے لئے ﴿ولینذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحضرون﴾ فرما کر لازم کیا گیا کہ وہ ان لوگوں سے پوچھ پوچھ کر علم دین حاصل کریں تاکہ کسی غلطی یا گناہ سے بچ جائیں۔ اسی کو تقلید کہتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکر حصاصؓ فرماتے ہیں۔

”اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں پر واجب کیا ہے کہ جب علماء ان لوگوں کو (احکام شریعت بتا کر) ہوشیار کریں تو وہ (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے) بچیں، اور علماء کی بات مانیں۔“ (احکام القرآن: جلد ۲: ص ۲۶۳)

چنانچہ حضرت خطیب بغدادیؒ ایک جگہ رقم طراز ہیں کہ:

”رہا یہ مسئلہ کہ تقلید کس کے لئے جائز ہے؟ سو یہ وہ عام شخص ہے جو احکام شریعہ کے طریقہ نہیں جانتا۔ پس اس کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی عالم کی تقلید کرے۔ اور اسکے قول پر عمل کرے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ﴿فاستلوا اهل الذكر﴾“ (الفقیہ والمنفقہ للخطیب بغدادیؒ: جلد ۲: ص ۶۸)

تقلید کا ثبوت خود حدیث میں

قرآن مجید کی طرح احادیث متواترہ میں بھی تقلید کا جواز موجود ہے۔ اب یہ عاجز آپ کے سامنے تین احادیث لکھے گا، جو تقلید کے عنوان پر دلیل ہیں۔

پہلی حدیث:

﴿عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انی لا ادری ما بقانی فیکم ، فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر﴾ (رواہ ترمذی وابن ماجہ و احمد)

ترجمہ: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”مجھے نہیں معلوم کہ میں تمہارے درمیان کتنے عرصے رہوں۔ پس تم میرے بعد دو شخصوں کی اقتداء کرنا، ایک ابو بکرؓ اور دوسرے عمرؓ“

یہاں ﴿اطيعوا الله واطيعوا الرسول﴾ کا نعرہ بلند کرنے والے احباب کے لئے سوچنے کا پہلو ہے کہ حضور ﷺ بزبان خود دو غیر نبی اصحاب کی اقتداء کا حکم دے رہے ہیں جو واضح کرتا ہے کہ نبی کی اقتداء کرنی ضروری تو ہے، لیکن نبی کے اس دنیائے فانی سے کوچ کر جانے کے بعد اس ذمہ داری کو غیر نبی ہی اٹھائیں گے۔۔۔ کیونکہ ”اقتداء“ کا لفظ جو یہاں استعمال ہوا، وہ انتظامی امور کی پیروی کے لئے بولا جاتا ہے۔ لیکن عربی لغت میں ”اقتداء“ کو **قدوہ** کہا گیا ہے جسے دینی امور میں پیروی کرنے کو کہتے ہیں۔ عربی لغت کے مشہور عالم ابن منظورؒ لکھتے ہیں:

”قدوہ کا معنی اسوہ“ (لسان العرب: ص ۳۰ مادہ: قدوہ)

قرآن مجید میں بھی اس لفظ کو انبیاء اور صلحاء کے ساتھ استعمال ہوا، مثلاً ارشاد ہوا ہے کہ:

﴿اولئك الذين هدى الله فبهداهم اقتده﴾ (سورہ النعام: ۹)

”یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے پس تم ان کی اقتداء کرو۔“

نیز حضور ﷺ کے مرض وصال کا واقعہ ہے کہ:

﴿يقتدى ابو بكر بصلوة رسول الله ﷺ والناس مقتدون بصلوة ابي بكر﴾

(صحیح بخاری: جلد ۱: ص ۹۹: باب الرجل)

ترجمہ: حضرت ابو بکرؓ حضور ﷺ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے اور حضور ﷺ حضرت ابو بکرؓ کی نماز کی اقتداء کر رہے تھے۔

نیز مسند احمد بن حنبلؒ میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ:

”حضور ﷺ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ تمہاری مجلس میں ابھی ایک جنتی شخص داخل ہوگا۔ چنانچہ ایک انصاری صحابیؓ تشریف

لائے۔ دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا اور تیسرے دن بھی۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ اس صحابیؓ کے گھر گئے اور رات کو ان کے یہاں

رہے۔ خیال یہ تھا کہ بہت عبادت کرتے ہونگے۔ مگر انہوں نے اتنا کیا کہ رات کو سونے سے قبل کچھ اذکار پڑھے اور پھر فجر تک سوتے

رہے۔ جب صبح ہوئی تو حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضور ﷺ کی بشارت سنائی اور رات کی سرگزشت۔ اس انصاری صحابیؓ نے فرمایا کہ میرا

کوئی خاص عمل تو نہیں البتہ میں نے اپنے دل میں کسی کے خلاف کھوٹ نہ آنے دیا اور نہ میں کسی سے حسد کرتا ہوں۔“

اس حدیث مبارک میں ایک بات نہایت اہم ہے۔ اور وہ ہے یہ الفاظ:

﴿فاردت ان اوى اليك لا نظر ما عملك ، فاقتدى به فلم اول تعمل كثير عمل﴾

(مسند احمد: جلد ۳: ص ۱۶۶)

ترجمہ: (حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ) میں تو تمہارے پاس رات اس نیت سے آیا تھا کہ تمہارا عمل دیکھوں اور اس کی اقتداء

کروں۔

لہذا معلوم ہوا کہ ان تمام احادیث میں لفظ ”اقتداء“ دینی امور میں پیروی کے لئے بولا گیا ہے، جسے تقلید کہا جاتا ہے۔

دوسری حدیث:

﴿ان الله لا يقبض العلم انتزاعاً ينتزعه من العباد ، ولكن يقبض العلم بقبض

العلماء ، حتى اذا لم يبق عالماً اتخذ الناس رء و ساجها لا ، فسنلوا فاقبضوا بغير علم فضلوا و

اضلوا﴾ (مشکوٰۃ المصابیح: کتاب العلم: ص ۳۳)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ (دنیا سے) علم اس طرح نہیں اٹھائے گا کہ اسے بندوں (کے دل سے) سلب کر لے۔ بلکہ علم کو اس

طرح اٹھائے گا کہ علماء کو (اپنے پاس) بلا لے گا، اور جب کوئی عالم نہیں بچے گا تو لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے۔ ان سے سوالات کئے

جائیں گے تو وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہونگے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

اس حدیث مبارکہ میں واضح طور پر فتویٰ دینا علماء کا کام قرار دیا گیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ لوگ ان سے احکام شریعہ پوچھیں اور یہ ان کا جواب دیں اور لوگ ان کے جوابات پر عمل کریں۔ اسی کا نام تقلید ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں ایسے زمانے کی خبر دی گئی جس میں علماء مفقود ہو جائیں گے یعنی ایسا زمانہ ہوگا جس میں قرآن و حدیث سے احکام کا استنباط کرنے کی صلاحیت والے علماء نہ رہیں گے، جس کے عدم موجودگی کی بناء پر لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنالیں گے۔۔۔ الحاصل یہ کہ ایسے زمانے میں گزشتہ علماء و فقہاء کی کتب و روایات وہ واحد ذریعہ ہونگی جس کی بناء پر پیاسوں کی پیاس بجھائی جاسکے گی۔ کیونکہ مقصود تو عمل ہوگا، ناکہ کچھ اور، اور یہ حاصل تبھی ہوگا کہ جب گزشتہ علماء و فقہاء کی تقلید کی جائے ورنہ خرابی و نقصان واضح ہے جو اسی حدیث میں بیان ہوا کہ: ﴿فسئلوا فاقتمو بغیر علم فضلوا و اضلوا﴾۔

لہذا یہ حدیث مبارکہ ظاہر کرتی ہے کہ جب تک فقہاء موجود ہوں، ان سے احکام شریعہ پوچھے جائیں، اور جب وہ اس دنیائے فانی سے کوچ کر جائیں تو ان کی تقلید ان کے بیان کردہ اور تصنیف کردہ کتابوں سے کی جائے۔

تیسری حدیث:

﴿يحمل هذا العلم من كل خلف عدوله ينفون عنه تحريف الغالين و انتحال المبطلين و تاء ويل الجاهلين﴾ (مشکوٰۃ المصابیح: کتاب العلم: ص ۲۸)

ترجمہ: ہر آنے والی نسل کے ثقہ لوگ اس علم دین کا حامل ہونگے جو اس سے غلو کرنے والی تحریف کو باطل پرستوں کے جھوٹے دعووں کو اور جاہلوں کی تاویلات کو دور کریں گے۔

اس حدیث مبارکہ میں علماء کے ذمہ ایک نہایت اہم کام لگایا گیا کہ وہ جاہلوں کی تاویلات کو رد کریں اور حق اور باطل میں امتیاز کر کے عوام الناس کو سمجھائیں۔ کیونکہ قرآن و حدیث کی تعلیمات کو وہی سمجھ سکتا اور احسن انداز میں وہی سمجھا سکتا ہے جسے ان علوم سے پوری واقفیت ہو، اور مجتہدانہ بصیرت کا حامل ہو۔ الغرض وہ لوگ جو مجتہدانہ بصیرت کے حامل نہ ہوں ان پر لازم ہے کہ احکام شریعہ کو از خود یا کسی جاہل سے پوچھنے کی بجائے مجتہد سے پوچھیں۔ (اور جب مجتہد موجود نہ ہوں تو ایسی صورت میں فقہاء کی تقلید کی جائے) اسلئے کہ احکام و مسائل کے استنباط کے لئے معمولی علم کافی نہیں، بلکہ استنباط کے لئے مجتہدانہ فہم و تدبر ضروری ہے۔ کیونکہ دین کے معاملے میں اپنے سے بلند مرتبہ والے کو دیکھنے کا حکم خود رسول اللہ ﷺ نے دیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

”جو شخص دین کے معاملے میں اپنے سے بلند مرتبہ شخص کو دیکھے اور اسکی اقتداء کرے، اور دنیا کے کسی معاملے میں اپنے سے نیچے کسی شخص کو دیکھے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے اچھی حالت میں رکھا۔ اللہ تعالیٰ اسے شاکر و صابر لکھے گا۔“

(جامع ترمذی: جلد ۹: ص ۳۱۷)

تقلید غیر شخصی کا ثبوت خود دورِ صحابہؓ میں

ویسے تو تقلید کے ثبوت کے لئے قرآن و حدیث کے دلائل بیانات کی حیثیت رکھتے ہیں، تاہم منکرین تقلید کسی بھی بات کو جھٹلانے کے لئے جب کچھ نہ بن پڑے تو اقوال صحابہؓ سے رد کرنے کی کوشش و جستجو میں لگ جاتے ہیں، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے عہد سے بھی تقلید کے متعلق دلائل ڈھونڈے جائیں۔ اسلئے کہ تقلید صرف آج کا موضوع نہیں رہا، بلکہ کبار صحابہ کرامؓ جو تحصیل علم کے لئے اپنا بکثرت وقت صرف نہیں کر سکتے تھے تو ایسے صحابہؓ دوسرے فقہاء صحابہؓ سے پوچھ پوچھ کر عمل کرتے تھے۔ اور ان حضرات میں تقلید شخصی کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ تین مثالیں مندرجہ ذیل ہیں۔

مثال نمبر ۱

﴿حضرت سالمؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی شخص کا کسی دوسرے شخص پر کچھ میعاد قرض واجب ہے، اور صاحب حق اس میں سے کسی قدر اس شرط پر معاف کرتا ہے کہ وہ میعاد سے پہلے ادا کر دے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ناپسند فرمایا اور منع کر دیا۔﴾ (موطا امام مالکؒ: ص ۲۷۹: ماجاء فی الربانی الدین)

اس مثال میں جو مسئلہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھا گیا ہے، اس میں کوئی صریح حدیث مرفوع منقول نہیں، اسلئے یہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اپنا اجتہاد و قیاس تھا۔ یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں دلیل نہ سائل نے پوچھی اور نہ مسئول نے بتائی، لیکن سائل نے اسے قابل اعتماد سمجھتے ہوئے مان لیا۔۔۔ پس یہی تو تقلید ہے۔

مثال نمبر ۲

﴿حضرت عبدالرحمنؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت محمد بن سیرینؓ سے پوچھا کہ کیا (غسل کے لئے) حمام میں داخل ہونا جائز ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ اسے مکروہ کہتے تھے۔﴾ (اخرجہ مسند: المطالب العالیہ للحافظ ابن حجرؒ: جلد ۱: ص ۵۱: حدیث نمبر ۱۸۷)

یہاں بھی قابل غور بات یہی ہے کہ حضرت محمد بن سیرینؓ جیسے جلیل القدر تابعی نے صرف اتنا فرمانے پر اکتفا کیا کہ ”حضرت عمرؓ اسے مکروہ کہتے تھے“ اور کوئی دلیل نہ سائل نے مانگی اور نہ مسئول نے دی جو درحقیقت تقلید ہی کا ثمر ہے۔۔۔ البتہ مرفوعاً ایک حدیث خود حضرت عمرؓ سے بھی مروی ہے۔۔۔ (الفتح الربانی: تہذیب مسند احمدؒ: جلد ۲: ص ۱۵۰: حدیث نمبر ۴۹۴)

مثال نمبر ۳

﴿حضرت سلیمان بن یسارؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابویوب انصاریؓ حج کے ارادے سے چلے، یہاں تک کہ جب مکہ مکرمہ کے راستے میں مقام نازیہ تک پہنچے تو ان کی سواریاں کہیں گم ہو گئیں۔ اور وہ یوم النحر (یعنی ۱۰ ذی الحجہ) میں (جب کہ حج بھی ہو چکا تھا) حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے اور یہ سارا واقعہ عرض کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ”تم وہ ارکان ادا کرو جو عمرہ والا ادا کرتا ہے (یعنی طواف و سعی) اس طرح تمہارا احرام کھل جائے گا۔ پھر اگلے سال جب حج کا زمانہ آئے تو دوبارہ حج کرو، اور جو قربانی میسر ہو، ذبح کرو۔“﴾

(موطا مالک: ص ۱۴۹: ہدی من فاتہ الحج)

یہاں بھی یہی صورت ہے کہ نہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے دلیل پوچھی اور نہ حضرت عمرؓ نے دلیل دی، بلکہ حضرت ابو ایوبؓ نے حضرت عمرؓ کی مجتہدانہ بصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے ان کے جواب کو مان لیا۔۔۔ کیا یہ تقلید نہیں؟
اسی طرح بہت سی ایسی مثالیں بھی ہیں کہ جن میں صحابہ کرامؓ نے فقہاء صحابہؓ کے صرف قول پر عمل نہیں کیا بلکہ عمل کی بھی اقتداء کی۔
مندرجہ ذیل مثال اس کی واضح عکاس ہے:

﴿حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ نے احرام کی حالت میں رنگا ہوا کپڑا پہن رکھا ہے۔ آپؓ نے ان سے پوچھا کہ ”طلحہ۔۔۔ یہ رنگا ہوا کپڑا کیسا؟“ حضرت طلحہؓ نے جواب دیا کہ ”امیر المؤمنین۔۔۔ یہ تو گیر وہی ہے“ (گیر وہی کہتے ہیں اس کپڑے کو جو اس رنگ سے رنگا جائے جس میں نہ خوشبو ہو نہ بدبو)۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ ”آپ حضرات امام و مقتداء ہیں۔ لوگ آپ کی اقتداء کرتے ہیں۔ لہذا اگر کوئی ناواقف آدمی آپ کے جسم پر یہ کپڑا دیکھے گا تو وہ کہے گا کہ طلحہؓ اس رنگ کا کپڑا پہنتے تھے (لہذا وہ اسی جائز سمجھ کر ہر رنگ کا اور بو اور بے بوسہ پہن لے گا۔ جس کی ممانعت شریعت میں آئی ہے) اسلئے آپ حضرات اس قسم کے رنگے ہوئے کپڑے نہ پہنا کریں۔“ (مسند احمد بن حنبل: جلد ۱: ص ۱۹۲: احادیث عبدالرحمن بن عوف)

اگر اسکے مزید آگے دیکھیں تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (کو کبار فقہاء صحابہؓ میں سے ہیں) نے تقلید کے بارے میں واضح الفاظ فرمادیئے۔ وہ فرماتے ہیں:

﴿آج کے بعد جس شخص کو قاضی کا عہدہ دیا جائے اور کوئی مسئلہ پیش آئے تو اسے چاہیے کہ وہ کتاب اللہ سے فیصلہ لے۔ پھر اسکے سامنے ایسا کوئی مسئلہ پیش ہو جس کا جواب کتاب اللہ میں نہ مل سکے تو اسے چاہیے کہ وہ یہ دیکھے کہ اس مسئلہ میں نبی کریم ﷺ نے کیا فیصلہ دیا ہے۔ پھر اگر کوئی ایسا مسئلہ پیش آئے جس کا حل نہ قرآن مجید میں مل سکے اور نہ حدیث رسول ﷺ میں، تو اسے چاہیے کہ صالحین نے جو فیصلہ دیا ہو، اسکے مطابق عمل کرے۔ اور اگر ایسا مسئلہ پیش آجائے جس کا جواب نہ قرآن میں ملے، نہ حدیث میں ملے اور نہ صالحین نے اس کا فیصلہ دیا ہو تو پھر اسے چاہیے کہ اپنی رائے سے اجتہاد کرے۔﴾ (سنن نسائی: جلد ۲: ص ۱۳۰۵) و (سنن الدارمی: جلد ۱: ص ۵۴)

اس مثال میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے احکام شریعہ کے معلوم کرنے کے چار درجے متعین فرمادیئے۔ یعنی پہلے کتاب اللہ میں تلاش کیا جائے، اگر وہاں نہ ملے تو حدیث رسول ﷺ کی طرف آجائے، اگر وہاں بھی نہ ملے تو پھر صالحین (فقہاء و مجتہدین) کے فیصلہ کو دیکھا جائے۔ اگر ان میں تلاش کرنے کے باوجود نہ ملے تو پھر اپنی رائے سے اجتہاد کر لے۔

ایک بات قابل غور ہے، جس سے مفر کوئی نہیں کرے گا کہ احکام شریعہ کا حل کتاب اللہ سے تلاش کرنے کے دوران حدیث و سنت رسول ﷺ سے اعراض کرنا ممکن نہیں، کیونکہ حدیث و سنت رسول ﷺ درحقیقت کتاب اللہ ہی کی شرح ہے۔ لیکن ایک شرط یہ ہے کہ اگر کتاب اللہ میں مسئلہ کا حل موجود ہو اور سنت رسول ﷺ میں بھی مل جائے تو افضل و اولیٰ حق کتاب اللہ کا ہے کہ اس کے معنی کو سمجھا جائے، اگر معنی سمجھ آجائیں تو فہم۔۔۔ اور نہ کتاب اللہ کی تشریح حدیث و سنت رسول ﷺ میں تلاش کی جائے۔ یہ ہے وہ بار یکی جس پر فقہاء و

مجتہدین کی نظر جاتی ہے اور جس کے ذریعے مجتہدین مسائل شریعہ کا استنباط کرتے ہیں۔

اسی طرح صالحین کے فیصلوں کو تیسرے درجے میں رکھنے کا مقصد یہ نہیں کہ قرآن و حدیث سے مسائل کا استنباط کرتے ہوئے ان کے فیصلوں سے بالکل نظر کو قطع کر لیا جائے بلکہ ان کے فیصلوں کو بھی مد نظر رکھا جائے۔۔۔ اس کا فائدہ کیا ہوگا۔۔۔؟ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ مسائل کا جواب بہترین انداز میں اور مزید تشریح کے تحت نکل سکے گا۔

ایک اور بار یک نکتہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ حکم ایسے شخص کو دیا ہے جسے ”قضاء“ کے منصب پر فائز کیا گیا ہو۔ لہذا معلوم ہوا کہ تقلید کرنا صرف غیر عالم حضرات ہی کے لئے ضروری نہیں بلکہ علماء پر بھی ضروری ہے تاکہ وہ اپنی اجتہادی آراء پر اپنے اسلاف کی آراء کو ترجیح دیں۔

اسی طرح یہ بھی پیش نظر رہے کہ تقلید کرتے ہوئے جس کسی امام کے دوسرے امام کے ساتھ کسی مسئلہ شریعہ پر اختلاف ہو، تو جس کی چاہے جواب پر اعتماد کر کے تقلید کی جائے۔ (لیکن ایک چیز ضروری ہے کہ اگر امام ابوحنیفہؒ کا مقلد ہو، تو اسے چاہیے کہ وہ انہی کی تقلید کرے۔ وہذا القیاس وغیرہم)

ایک طائرانہ نظر سے ہی اس عاجز نے آپ کے سامنے مدلل قرآنی آیات بینات، احادیث متواترہ اور امثال صحابہ کرامؓ رکھ دیئے۔ اگر باریکیوں میں جاتا تو شاید مکمل ایک کتابی صورت بن جاتی۔ مگر اجمال سے کام تو لیا گیا لیکن اس اجمال میں بھی اتمام و اکمال پنہاں ہے۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ دل و دماغ کو بغیر کسی جانب داری کے اور دل کو بغیر کسی انکارِ تقلید کے ضد کے خالی کر کے ان مختصر صفحات کو پڑھا جائے۔ تو یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ اس رسالے سے انکارِ تقلید، اقرارِ تقلید میں بدل سکتا ہے اور تقلیدی عمل کو کفر و شرک بتانے والے مستحسن و مقبول گردان سکتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو کہ جب اس تقلید کی ضرورت ہر زمانے میں اور ہر جگہ لازم و ملزوم ہے۔

ایک سوال:

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک آسان سا سوال بھی پوچھا جائے تاکہ اس رسالے کو اول سے اب تک پڑھنے والے قارئین اس سوال کا جواب اپنے دل سے پوچھیں۔۔۔

﴿آپ کے سامنے شراب رکھی ہو، اور کہا جائے کہ اسے پیو۔۔۔ تو آپ کہیں گے کہ اسکی حرمت قرآن مجید میں آگئی ہے اور میں اسے نہیں پی سکتا۔۔۔ اب شراب ہٹالی جائے اور اس کی جگہ افیون، چرس، بھنگ اور دیگر منشیات کی چیزیں رکھ دی جائیں اور کہا جائے کہ اب اسے تو پی لو۔۔۔ کیوں کہ نہ ان کی حرمت قرآن مجید میں آئی، نہ کسی حدیث رسول ﷺ میں اسکا تذکرہ ملا اور نہ ہی کسی فقہاء مجتہد نے اسکی حرمت کا اعلان کیا۔۔۔ تو آپ سے سوال ہے کہ ان منشیات کو استعمال نہ کرنے کی کیا دلیل ہے۔۔۔؟﴾ اس کا جواب آپ خود سوچئے۔

تقلیدِ شخصی کا ثبوت خود دورِ صحابہؓ میں

مندرجہ بالا مثالیں تقلید غیر شخصی کے متعلق تھیں۔ اب ان مثالوں کو بیان کیا جاتا ہے جو تقلیدِ شخصی کے متعلق ہیں۔ یہ عاجز پہلے کی

طرح اس کی بھی تین مثالیں درج ذیل کر رہا ہے۔

مثال نمبر ۱

بعض اہل مدینہ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس عورت کے متعلق پوچھا جو طوافِ فرض کے بعد حائضہ ہو گئی ہو۔ (یعنی وہ کیا کرے؟ آیا طوافِ وداع کے لئے پاک ہونے کا انتظار کرے؟ یا طوافِ زیارت کا حکم اس سے ساقط متصور ہوگا، اور چاہے تو وہ بغیر طوافِ زیارت کئے واپس جاسکتی ہے؟) آپؓ نے جواب دیا کہ وہ واپس جاسکتی ہے (یعنی چاہے تو طوافِ زیارت کئے بغیر واپس چلی جائے)۔ اہل مدینہ نے کہا کہ ”ہم آپ کے قول پر زید بن ثابتؓ کے قول کو چھوڑ کر عمل نہیں کریں گے۔“ اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مدینہ پہنچ کر ام سلیمؓ سے پوچھ لینا۔ (صحیح بخاری: کتاب الحج: باب اذا حاضت المرأة بعد ما افاضت)

اس مثال سے دو باتیں واضح ہوئیں:

- ۱۔ کہ اہل مدینہ حضرت زید بن ثابتؓ کی تقلید شخصی کیا کرتے تھے۔
- ۲۔ کہ حضرت ابن عباسؓ نے انہیں یہ نہ فرمایا کہ تم ایک کی تقلید کر کے اور دوسرے کی تقلید نہ کر کے کفر اور شرک میں مبتلا ہو رہے ہو۔ یہ ایک ایسی مثال ہے جو تقلید شخصی کے متعلق واضح دلیل رکھتی ہے۔ اور نہ صرف یہ، بلکہ اسے بھی واضح کرتی ہے کہ ایک امام کا مقلد دوسرے امام کا مخالف نہیں ہوتا۔ گو بظاہر لگ اسی طرح سے رہا ہے کہ اہل مدینہ حضرت زید بن ثابتؓ کی تقلید کر کے اور حضرت ابن عباسؓ کی تقلید نہ کر کے ایک کا اقرار اور دوسرے کا انکار کے مرتکب ہو رہے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں فقہاء صحابہؓ کا باہم اختلاف فروعی جزئیات میں ہے نہ کہ بدیہی احکام میں۔ چنانچہ جب یہ لوگ مدینہ پہنچے تو ام سلیمؓ سے واقعے کی تحقیق کی اور جواب مثبت پا کر حضرت ابن عباسؓ کے قول کو ترجیح دی اور اختیار کیا۔ (فتح الباری: جلد ۳: ص ۴۶۸، ۴۶۹)

ایک اعتراض:

یہاں پہنچ کر بعض منکرین تقلید کو اعتراض ہوتا ہے کہ ”جب اہل مدینہ مقلد تھے تو حدیث کی تحقیق کیوں کی؟ بلا دلیل کے کیوں نہ مان لیا؟“ سو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ فقہاء کی نظر بہت باریک ہوتی ہے، وہ اپنے استنباط شدہ جوابات کو حرفِ آخر نہیں مانتے بلکہ اگر ان جوابات کے ساتھ کسی کے قول کا اختلاف سامنے آجائے تو اسکی مکرر تحقیق و تصدیق کرتے ہیں۔ الغرض منکرین تقلید کا یہ اعتراض اسی غلط مفروضے پر مبنی ہے جس کی رو سے وہ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ شاید عالم و فقیہ بن کر قرآن و حدیث سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔ سو یہ اعتراض بھی اس عاجز نے رفع کر دیا۔

مثال نمبر ۲

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے کچھ لوگوں نے ایک مسئلہ پوچھا۔ انھوں نے جواب تو دیدیا، لیکن ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ ”حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی پوچھ لینا۔“ چنانچہ وہ لوگ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئے اور ان سے بھی وہی مسئلہ پوچھا۔ حضرت مسعودؓ نے جو جواب دیا وہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے جواب کے برعکس تھا۔ جب ان لوگوں نے حضرت ابو موسیٰؓ سے حضرت مسعودؓ

کے فتویٰ کا ذکر کیا تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے فرمایا ”جب تک یہ بحر عالم تمہارے درمیان موجود ہوں، تم مجھ سے کچھ نہ پوچھا کرو۔“
(صحیح بخاری: کتاب الفرائض: باب میراث) و (مسند احمد: جلد ۱: ص ۴۶۴)

کیا یہ حدیث تقلید شخصی کو واضح کر رہی ہے کہ نہیں؟

ایک اعتراض کا جواب:

یہاں پر منکرین تقلید کا ایک اعتراض ابھر کر سامنے آتا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اپنی تقلید کا تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے ہوتے ہوئے منع فرمادیا، تو وہاں دیگر کبار صحابہ بھی موجود ہونگے، تو کیا ان کی طرف رجوع کرنے سے بھی منع فرمادیا تھا؟
اس کا جواب یہ ہے کہ یہ واقعہ عہد عثمانؓ کا ہے اور کوفہ میں پیش آیا ہے۔ اس وقت وہاں نہ حضرت عثمانؓ تھے اور نہ حضرت علیؓ۔ اور کوفہ میں اہل علم کے سردار اس وقت سوائے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اور کوئی ان کے ہم پلہ نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے ان کی طرف جانے کا اور ان سے بھی پوچھ لینے کا حکم دیا۔ اسی لئے حضرت ابو موسیٰؓ کے الفاظ ﴿”جب تک یہ بحر عالم تمہارے درمیان موجود ہوں، تم مجھ سے کچھ نہ پوچھا کرو۔“﴾ ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شہر ہم میں قیام رکھتے ہوئے۔ (واللہ اعلم) چنانچہ ان کا یہ فرمانا دلیل ہے کہ تقلید شخصی صحابہ کرامؓ کے عہد میں کوئی شجر ممنوعہ نہ تھی۔۔۔

مثال نمبر ۳

﴿حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں یمن بھیجا تو پوچھا کہ ”جب کوئی مسئلہ تمہارے سامنے پیش ہوگا تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟“ اسکے جواب میں حضرت معاذ بن جبلؓ نے عرض کیا۔ ”کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کروں گا۔“ پوچھا کہ ”اگر کتاب اللہ میں جواب نہ مل سکا پھر کیسے فیصلہ کرو گے؟“ جواب دیا کہ ”رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔“ پھر پوچھا کہ ”اگر وہاں بھی جواب نہ مل سکا پھر کیسے فیصلہ کرو گے؟“ جواب دیا کہ ”اس وقت اپنی رائے سے اجتہاد و استنباط کروں گا اور (حق تک پہنچنے میں) کوتاہی نہیں کروں گا۔“ اس جواب پر (فرط مسرت سے) حضور ﷺ نے حضرت معاذؓ کے سینے پر دست مبارک مارا اور فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اللہ کے رسول ﷺ کے اس قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس پر اللہ کا رسول ﷺ راضی ہو۔﴾

(سنن ابی داؤد: کتاب الاقضیہ: باب اجتہاد الرکای فی القضاء)

یہ واقعہ تقلید و اجتہاد کے مسئلہ میں ایک ایسی شمع ہدایت ہے کہ اس پر جتنا غور کیا جائے اس مسئلہ کی گتھیاں سلجھتی چلی جاتی ہیں۔ یہاں ایک پہلو نہایت اہم ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اہل یمن کی جانب حضرت معاذ بن جبلؓ جیسے عظیم فقیہ صحابی کا انتخاب فرما کر انہیں کتاب اللہ و سنت رسول ﷺ کے بعد اپنے اجتہاد و قیاس کی رو سے فتویٰ صادر کرنے کی اجازت عطا فرمائی، نیز اہل یمن کے لئے لازم کیا کہ وہ ہر مسئلہ میں حضرت معاذ بن جبلؓ کے موافق عمل کریں اور ہر اجتہادی احکام میں انکی تقلید شخصی کریں۔۔۔ اگر یہ تقلید شخصی کفر اور شرک کہا جائے (معاذ اللہ) جس طرح آج منکرین تقلید اس کے قائل ہیں تو کیا ایمان کی حرارت بھی دل میں باقی رہ جاتی ہے۔۔؟ نہیں ہرگز نہیں، بلکہ کسی ایک صحابیؓ کا انکار بھی رسول اللہ ﷺ کا انکار ثابت ہوتا ہے، اگر اہل یمن حضرت معاذ بن جبلؓ کی تقلید نہ کرتے تو کیا وہ

سب قاصدِ رسول ﷺ کا انکار کر کے مسلمان رہ جاتے تھے۔۔؟ نہیں ہرگز نہیں۔ یہ عاجز پھر کہے گا کہ یہ بات انہی زبانوں سے نکلا کرتی ہے جو اس جسم کا حصہ ہوں جن میں دینِ حلق سے نیچے نہ اتر سکا ہو۔۔۔

حضرت معاذ بن جبلؓ وہ عظیم صحابیؓ ہیں جنہیں حضور ﷺ کی زبان مبارک سے ﴿اعلمہم بالحلل والحرام﴾ کی بشارت ملی تھی۔ (رواہ النسائی: والترندی: وابن ماجہ) اور جن کے بارے میں ایک موقع پر یوں ارشاد فرمایا تھا کہ: ﴿ان کو قیامت کے دن اس طرح اٹھایا جائے گا کہ یہ علماء کی قیادت کرتے ہوئے ان سے اتنے آگے ہونگے جتنی دور تک ایک تیر جاتا ہے۔﴾ (فتح الربانی جلد: ۲۱: ص: ۳۵۲)

چنانچہ صرف اہل یمن ہی نہیں دوسرے صحابہ کرامؓ بھی انکی تقلید کرتے تھے۔ حضرت ابو مسلم خولانیؓ کی زبانی معلوم کیجئے: ﴿ابو مسلم خولانیؓ فرماتے ہیں کہ جب میں دمشق کی مسجد میں آیا تو دیکھا کہ وہاں ایک حلقہ ہے، جس میں ادھیڑ عمر کے صحابہ کرامؓ موجود ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ان صحابہ کی تعداد تیس تھی (مسند احمد: جلد: ۵: ص: ۲۳۹) انہی میں میں نے ایک نوجوان دیکھا جس کی آنکھیں سرگیں اور سامنے کے دانت چمک دار ہیں۔ جب ان صحابہ کرامؓ کے درمیان اختلافِ رائے ہوتا تو وہ اسکا فیصلہ اسی نوجوان سے کراتے۔ میں نے اپنے ایک ہم نشین سے پوچھا کہ یہ نوجوان کون ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ یہ حضرت معاذ بن جبلؓ ہیں۔﴾ (مسند احمد: جلد: ۵: ص: ۲۳۶)

ملاحظہ کیجئے کہ تیس صحابہ کرامؓ اختلافی مسائل میں حضرت معاذ بن جبلؓ کی تقلید کر رہے تھے۔۔۔ کیا یہ تقلیدِ شخصی نہیں۔۔۔؟

حرفِ آخر

الغرض سابقہ صفحات میں اس عاجز عمران عمر نے اپنی بساط کے مطابق تقلید کا قرآن و حدیث اور عہدِ صحابہ سے استدلال کیا ہے جو اس امر کی دلیل ہے کہ تقلیدِ شخصی ہو یا تقلیدِ غیر شخصی دونوں کا ثبوت قرآن و حدیث اور عہدِ صحابہ میں موجود ہے۔ اسلئے تقلید کی ان دونوں اقسام کو شرک و بدعت کہنا خود دین سے کھلا مذاق کرنے کے مترادف ہوگا۔ یہ عاجز اس بات کا مکرر اعادہ کرنا چاہتا ہے کہ یہ مختصر رسالہ ہرگز مناظرہ کرنے کیلئے نہیں لکھا گیا، جو لوگ مناظرہ کے خواہش مند ہوں وہ علماء و صلحاء سے رجوع فرمائیں۔ مناظرہ کا طرز اختیار کرنا عاجز کا ذوق نہیں۔ آخر میں اللہ تعالیٰ الہادی سے منکرینِ تقلید کی ہدایت کی دعا مانگتا ہوں جنہیں انکے آخرت فراموش لباسِ خضری کے روپ میں راہزنوں نے اس امت کے قرونِ ثلاثہ اور بالخصوص آئمہ اربعہ سے بغض و عناد کی غلاظت انکے دلوں میں کوٹ کوٹ کے بھر دی اور خیر القرون کے اولیاء کی دشمنی ان کے رگ و پے میں سمودی۔ لیکن ایک بات ان لوگوں کو پیش نظر رہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حدیث قدسی ہے کہ: ﴿من عادلی ولیاً فقد اذنتہ بالحرب﴾ (صحیح بخاری: بروایت حضرت ابو ہریرہؓ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی تو میں اس عداوت کرنے والے کو اپنے سے لڑائی کی اطلاع دیتا ہوں۔ (العبار (للہ سبحانہ))

اللہ تعالیٰ اپنے غضب اور اولیاء کے غصہ سے بچائے۔ آمین

رضا خانی مذہب ویب سائٹ کی انتظامیہ

ماہنامہ اہلحق

کے کامیاب اجراء پر

اہلحق میڈیا سروس

کو دل کی گہرائیوں سے
مبارک باد پیش کرتی ہے

بریلوی مذہب کے بارے میں ہر قسم کی معلومات حاصل کرنے کیلئے ہماری ویب
سائٹ کا وزٹ کیجئے

www.RazaKhaniMazhab.tk

اعتذار

پچھلے شمارے میں مضمون

امام اعظم ابو حنیفہؒ کی محدثانہ شان

پر مضمون نگار کا نام سہوارہ گیا تھا آپ حضرات نوٹ فرمائیں کہ یہ مضمون ہمیں

”میاں شاہد شریف (ڈاکٹر) بھائی“

نے بھیجا تھا۔

زندگی کی حقیقت

آصف راہی

موسم گرما کے شروع ہوتے ہی نئے دلوں اور اُمنگیں سراٹھاتی ہیں یہ تغیر پودوں اور جانوروں سے لیکر انسانوں تک میں نمایاں نظر آتا ہے۔ گویا کہ دھوپ اور چھاؤں کی یہ آنکھ مچولی اس جہاں کا جزء لازم ہے۔ ایسے میں رت کے بدلتے ہی اشجار میں ایک عجیب سی تبدیلی رونما ہوتی ہے ہر طرف گو کے سبزے کی چادر تنی نظر آتی ہے اور ہر پھوٹنے والی ننھی کو نیل خزاں کو ایک قصہ پارینہ سمجھ کر بھلا دینا چاہتی ہے۔ یہ ایک ڈالی سے دوسری ڈالی پر اڑتی پھدکتی چڑیاں اس نئے موسم کی خوشی میں پاگل، کملی، چلبیل، جھلی اور دیوانی ہوئی چلی جاتی ہیں۔ بلب کی کانوں میں رس گھولتی آواز اور کوئیل کی ”کو کو“ سے ماحول سحر زدہ ہوا جاتا ہے، ایسے میں روشنیوں کا شہسوار ستاروں کی فوج کو شکست دے کر شعاع کا نیزہ ہاتھ میں لئے نکلا تو گویا ہر شے نے سنہری رداء اوڑھ لی ہو، ان سنہری کرنوں کی کثیف روشنی میں دور جھیل کے دھابی رنگ پانی پر خراماں خراماں ڈولتا ڈگمگاتا لہروں کو گیت سناتا اک چھوٹا سا بحر پانی کی خموش مگر رواں لہروں کے درمیان کبھی کسی ننھی مچھلی کی آسمان کو چھونے کی ناکام کوشش پر اچانک تیز ہوتی ہواؤں کے ساتھ سکونت کے سحر زدہ ماحول کو توڑتے ہوئے ساحل سے ٹکرا کر پلٹ جانے والی کوئی لہر ہمیں اک چھوٹا سا مگر بہت اہم پیغام دیتی ہے کہ

”ریت پر لکھے نام کو چوم کر مٹا دینے والی لہر سے زیادہ اس زندگی کی کوئی حیثیت نہیں اے دنیا کے جھمیروں اور جھگڑوں میں محو انسان اس جہان فانی کی زوال پذیر رنگینیوں میں کھو کر اپنے ابدی حقیقی مقصد کو بھلا نہ دینا۔“

اہلحق میڈیا سروس

کی انتظامیہ

فیس بک پر توہین رسالت ﷺ کا مقابلہ کروانے پر
فیس بک انتظامیہ کی شدید الفاظ میں مذمت کرتی ہے

اور اس موقع پر

PTA انتظامیہ اور حکومت پاکستان کو خراج تحسین پیش کرتی ہے

جنہوں نے مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے

فیس بک کی ویب سائٹ کو پاکستان میں بند کر دیا ہے

توہین رسالت کی سزا صرف موت

پیشاب سے سورۃ فاتحہ لکھنا

ملنگ بھائی

آجکل اکثر ساتھی میسج کر کے شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کے فتوے کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ کیا انہوں نے یہ کہا ہے کہ پیشاب سے سورۃ فاتحہ لکھنا جائز ہے؟۔

سب سے پہلے یہ شوشہ بریلویوں نے چھوڑا تھا۔ چونکہ غیر مقلدین اور بریلوی آپس میں بہن بھائی ہیں جو چیز ایک کے پاس ہو دوسرے ہی لیتا ہے جیسے غیر مقلدوں کے مجتہد طالب الرحمن نے بریلویوں کی کتاب زلزلہ سے حوالے چوری کر کے اپنی کتاب الدیوبندیہ لکھی اسی طرح غیر مقلد لاندہوں نے مفتی تقی عثمانی صاحب پر یہ الزام لگایا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ "پیشاب سے سورۃ فاتحہ لکھنا جائز ہے" اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی عالم، فقیہ یا محدث کسی مسئلہ پر بحث کرتا ہے تو اس کے بارے میں موجود تمام دلائل کو جمع کرتا ہے اور پھر مخالف دلائل کا رد کر کے اپنا موقف پیش کرتا ہے۔ چونکہ بریلوی اور لاندہب غیر مقلد دونوں کا کتابوں سے دور دور کا بھی واسطہ نہیں رہتا اسی لیے اس بات کو سمجھنے سے انکی عقل قاصر ہے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ جیسے کسی مسلمان کا ایمان قرآن و حدیث اور دیگر ایمانیات پر ایمان لائے بغیر مکمل نہیں ہوتا اسی طرح بریلویوں اور غیر مقلدوں کا ایمان بھی خیانت اور دھوکے بازی کے بغیر مکمل نہیں ہوتا اسی لیے آپ جب بھی دیکھیں گے بریلوی اور غیر مقلد ہمیشہ نامکمل عبارت ہی آپکے سامنے رکھیں گے۔ جب تک ایسا نہ کریں ان کا ایمان کامل نہیں ہوتا۔ اس مسئلہ میں بھی انٹرنیٹ پر جو مفتی تقی عثمانی صاحب کی کتاب فقہی مقالات کی جلد 4 کے سکین صفحات موجود ہیں وہ بھی نامکمل ہیں۔ ان خائنین کی خیانت کی حد کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ شروع کے غیر متعلقہ صفحات تو لگا دئے ہیں لیکن نیچے جہاں اس مسئلہ پر یعنی تدای بالحرام پر بحث ہو رہی ہے اس کا ایک ہی صفحہ لگایا ہے جسکو پڑھ کر اصل مسئلہ بھی کسی عام قاری کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا چل رہا ہے۔ اصل میں مسئلہ یہ ہے کہ فقہاء کہہ دیا کہ یہاں ایک مسئلہ تدای بالحرام کا بھی ہے کہ آیا کہ حرام کے ذریعے علاج کرنا جائز ہے یا نہیں یعنی اگر کسی کو کوئی ایسی بیماری ہو جس کا علاج کسی حلال چیز کے ذریعے ممکن نہ ہو تو کیا اس کا علاج کسی حرام چیز سے کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ اب جب حلال چیز کے ذریعے علاج ممکن نہیں تو کیا اس مریض کو مرنے دیا جائے؟ یا اسکی جان بچانے کے لیے کسی حرام چیز سے علاج کر لیا جائے۔ اس مسئلہ میں ہمارے فقہاء کرام نے اختلاف کیا ہے بالخصوص سیدنا امام اعظم ابوحنیفہؒ نے علاج بالحرام کو ناجائز کہا ہے کیونکہ حرام میں شفاء نہیں ہے اور یہاں تک کہہ دیا کہ اگر موت واقع ہونے اور جان جانے کا خطرہ بھی ہو تب بھی حرام سے علاج کی اجازت نہیں۔ شامی میں امام حادی قدسیؒ سے منقول ہے حتی یخشی علیہ الموت و قد علم انه لو کتب فاتحہ الكتاب او الا خلاص بذالک الدم علی جہتہ ینقطع فلا یرخص فیہ یعنی اگر نکسیر والے کو موت کا خطرہ بھی ہو اور اسے کسی ذریعہ سے اس بات کا یقین بھی ہو کہ اگر نکسیر کے خون سے اس کی پیشانی پر سورۃ فاتحہ یا خلاص لکھی جائے تو نکسیر ختم ہو جائے گی اور جان بچ جائے گی پھر بھی خون کے ساتھ لکھنے کی اجازت نہیں۔ شامی کی اس عبارت سے دو باتیں پتا چلیں۔

1۔ کہ یہ مسئلہ مفتی تقی عثمانی یا دیوبندیوں کا نہیں بلکہ خفیوں کا ہے اور بریلویوں کا اس مسئلہ پر اعتراض کرنا فقہ حنفیہ سے جہالت کا

ثبوت ہے۔

2- شامی میں صراحتاً جب اس بات کی اجازت نہیں تو غیر مقلدین کا اعتراض کرنا خیانت، بغض اور عناد کی دلیل ہے۔ مفتی تقی عثمانی صاحب اپنی کتاب فقہی مقالات کی جلد 4 میں جہاں اس مسئلہ پر بحث کی ہے اور بریلوی اور غیر مقلد جو صفحہ اہل سنت والجماعت دیوبندیوں کو دکھاتے نہیں تھکتے اگر اس کو ہی صحیح سے پڑھ لیا ہوتا تو مسئلہ حل ہو جاتا، لیکن ان لوگوں کا اصل مقصد صرف اور صرف فتنہ پھیلانا ہوتا ہے اسی لیے وہ بغیر پڑھے ہی اپنے ملاؤں کی سنی سنائی باتوں کو آگے پہنچانے لگ جاتے ہیں۔

مفتی تقی عثمانی صاحب نے وہاں لکھا ہے کہ **"اسی طرح صاحب ہدایہ نے 'تجنیس' میں اسی کو اختیار فرمایا ہے چنانچہ فرمایا"**۔۔۔ یہاں مفتی تقی عثمانی صاحب، صاحب ہدایہ یعنی کتاب لکھنے والے کے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے تجنیس میں اسکو اختیار فرمایا ہے اور اسی عبارت میں آگے چل کر لکھتے ہیں **"چنانچہ فرمایا"** کوئی بھی عقل مند انسان یہ پڑھ کر جان سکتا ہے کہ یہاں مفتی صاحب اپنی بات نہیں کر رہے بلکہ کسی کی بات کو نقل کر رہے ہیں۔ تف ہے ان جاہلوں کی عقل پر کہ اگر یہ پڑھ کر بھی اعتراض کرتے ہیں تو کتنے جاہل ہیں۔ اور پھر مفتی صاحب خود ہی آخر میں لکھتے ہیں **"لیکن یہ منقول نہیں"** یعنی یہ صاحب ہدایہ سے بھی منقول نہیں بلکہ انکی طرف بھی منسوب ہے جسکو آسان اردو میں ایسے سمجھ لیں کہ صاحب ہدایہ نے یہ کہا نہیں ہے بلکہ انکے بارے میں کہا گیا کہ انہوں نے ایسا کہا ہے۔ پھر مفتی صاحب اپنے فتاویٰ جو فتاویٰ عثمانی کے نام سے چھپ چکا ہے اس کے صفحہ 226 پر لکھتے ہیں کہ **"میں نے ایسا کوئی فتویٰ نہیں دیا، پیشاب یا کسی بھی نجاست سے قرآن کریم کی کوئی آیت لکھنا بالکل حرام ہے، اور میں معاذ اللہ اسے جائز قرار دینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ جن لوگوں نے میری طرف یہ منسوب کیا ہے ان کی تردید کر چکا ہوں، جو 'روزنامہ اسلام' کی 12 اگست 2004 کی اشاعت میں شائع ہو چکی ہے، میری جس کتاب کا حوالہ میری طرف منسوب کر کے دیا جا رہا ہے، اس کی حقیقت بھی میں نے اپنی تردید میں واضح کر دی ہے، اس کے باوجود جو لوگ اس فتوے کو میری طرف منسوب کر رہے ہیں، انھیں اللہ تعالیٰ سے اور کسی پر بہتان لگانے سے ڈرنا چاہیے"**

مفتی صاحب کے اس واضح جواب کے باوجود یہ الزام لگانے والوں کو جوتے تو ضرور لگانے چاہئے اے کاش اگر پاکستان میں اسلامی حکومت ہوتی تو ایسے لوگوں پر قذف لگایا جاتا جسکے یہ اصل حقدار ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ غیر مقلدین جو اس مسئلہ پر بہت اعتراض کرتے ہیں انکے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ حالت اضطرار میں علاج بالحرام جائز ہے جیسا کہ نزل الا برار من فقہ نبی المختار کے صفحہ 301 میں علامہ وحید الزمان غیر مقلد لکھتے ہیں کہ

اذا استعمل برای الطیب الحاذق اور صفحہ 31 پر ہے وقیل یرخص اذا علم فیہ الشفاء ولم یوجد دواء افر حلال یوثر اثرہ کما یرخص الخمر العطشان واکل المیتة للمضطر یعنی جب کہ ماہر حکیم کی رائے سے استعمال کی جائے تو اس بات کی اجازت ہے کہ علاج بالحرام جائز ہے۔ جب کہ کوئی دوسری دواء حلال موثر نہ پائی ہے جیسا کہ بوقت ضرورت پیا سے کے لیے شراب اور بھوکے کے لیے مردار جائز ہے۔ جب غیر مقلدین کے نزدیک یہ جائز ہے تو پھر اکابر علماء دیوبند جو اسکو جائز بھی نہیں سمجھتے (جیسا کہ مفتی تقی عثمانی صاحب کے فتویٰ سے ظاہر ہے) ان پر فتوے لگانا چہ معنی دارد۔

تیسری بات یہ ہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک تو پیشاب بھی پاک ہے بلکہ پاک ہی نہیں غیر مقلدین تو اسکو قابل شرب (یعنی پینے کے قابل) بھی مانتے ہیں چنانچہ غیر مقلدین کی مشہور کتاب فتاویٰ ثنایہ کے صفحہ 312 میں لکھا ہے کہ

اونٹ گائے بکری بلکہ گھوڑے کا پیشاب پینا بھی جائز ہے اور اسی قسم کا مفہوم عرف الجادی اور نزل الابرار صفحہ 299 میں بھی غیر مقلدین نے لکھا ہے۔ اسکے علاوہ موجودہ دور کے غیر مقلدین کے مشہور مناظر طالب الرحمن زیدی وہ بھی حلال جانوروں کے پیشاب کو پاک سمجھتا ہے، اور کہتا ہے کہ جس جانور کا گوشت کھا سکتے ہیں اسکا پیشاب بھی پاک ہے۔ (اسکی ریکارڈنگ ادارے کے پاس موجود اور محفوظ ہے اگر کسی کو ثبوت کے طور پر چاہیے ہو تو دے دی جائے گی اور جلد ہی انٹرنیٹ پر بھی شائع کر دی جائے گی۔)

یہ چند باتیں آپ ساتھیوں کے سامنے اس مسئلہ کی تفصیل میں پیش کر دی ہیں مزید تفصیل کے لیے دیکھیں حقائق الفقہ بجواب حقیقت الفقہ صفحہ 425 سے 429۔ جن ساتھیوں کے پاس یہ کتاب نہیں ہے وہ اسکو ہمارے سائٹ الہق سے ڈاؤنلوڈ کر سکتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

دروود شریف کے کلمات

”حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی وہ فرمانے لگے، وہ کہنے لگے کہ میں تجھے ایک ایسا ہدیہ دوں جو میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے میں نے عرض کیا ضرور مرحمت فرمائیے انہوں نے فرمایا کہ ہم نے حضور اکرم ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ پر درود کن الفاظ سے پڑھا جائے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا کہ آپ ﷺ پر سلام بھیجیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح درود پڑھا کرو:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی اِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مُّجِيْدٌ۔

(ترجمہ۔ اے اللہ درود بھیج محمد ﷺ پر اور ان کی آل (اولاد) پر، جیسا کہ آپ نے درود بھیجا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل پر، اے اللہ بیشک آپ ستودہ صفات اور بزرگ ہیں۔ اے اللہ برکت نازل فرما محمد (ﷺ) پر اور ان کی آل پر جیسا کہ برکت نازل فرمائی آپ نے ابراہیم علیہ السلام پر اور ان کی آل (اولاد) پر، بیشک آپ ستودہ صفات اور بزرگ ہیں۔“۔ (صحیح بخاری)

فیس بک..... حقائق و انکشافات

نادر عباس

بشکریہ: حافظ اسد بھائی

کچھ دن پہلے امریکی حکام نے نیویارک کے معروف علاقے ٹائم سکوائر میں دہشت گردی کے ناکام منصوبے میں ملوث ہونے کے شبہ میں پاکستانی نژاد 30 سالہ امریکی نوجوان فیصل شہزاد کو حراست میں لے لیا، اس کے بعد کراچی سمیت ملک بھر سے 13 افراد کو گرفتار بھی کیا گیا۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق پاکستان میں فیصل شہزاد کے گروپ میں شامل ان دوستوں کو گرفتار کیا گیا جن سے وہ فیس بک کے ذریعے رابطہ میں تھا۔ اصل حقائق کیا ہیں اس واقعہ کے پیچھے کیا محرکات ہیں اور پس پردہ اس واقعہ کے کیا اہداف ہیں یہ ایک الگ بحث ہے فی الحال ہم فیس بک کے بارے میں بتانا چاہتے ہیں کہ فیس بک کیا ہے اور اس سوشل نیٹ ورک سے کیا کیا فوائد حاصل کئے جا رہے ہیں۔

آج کی دنیا میں انٹرنیٹ سے سروکار رکھنے والے تقریباً تمام مسلم نوجوان مختلف اہداف و مقاصد کی خاطر انٹرنیٹ گروپ تشکیل دیتے ہیں یا کسی گروپ کے ممبر بن جاتے ہیں۔ حال ہی میں فیس بک کی ممبر شپ عمومی رجحان بن کر رہ گئی ہے اور انٹرنیٹ صارفین نہ صرف خود فیس بک کی ممبر شپ حاصل کرتے ہیں بلکہ اپنے یاروں دوستوں اور عزیزوں یا دیگر افراد کو بھی ممبر شپ کی دعوت دیتے ہیں کیوں کہ فیس بک کے ذریعے رابطہ کرنا، تبادلہ خیال کرنا، دوستی بڑھانا تبلیغ کرنا وغیرہ بہت آسان ہے تاہم کسی نے شاید کم ہی اپنے آپ سے پوچھا ہو کہ فیس بک اتنی ساری سہولت کیوں فراہم کرتا ہے؟ کیا فیس بک نیٹ ورک صرف اس لئے فراہم کیا گیا ہے کہ دنیا والوں کو خالصتاً ایک مواصلاتی ذریعہ بطور مفت یا بعنوان خیرات کے طور پر فراہم کیا جائے؟ یا یہ کہ اس نیٹ ورک سے بعض لوگ عظیم ترین فوائد اٹھا رہے ہیں اور صارفین صرف اور صرف غفلت کی وجہ سے اپنے تمام رازوں کو اُن کے سپرد کر دیتے ہیں اور اُن کو پتہ بھی نہیں چلتا۔

انٹیلی جنس امور کے ایک اسرائیلی ماہر نے کہا کہ "اسرائیل فیس بک اور دیگر سوشل / سماجی نیٹ ورکس کے ذریعے اطلاعات اور معلومات اکٹھی کرتا ہے اور جاسوس بھرتی کرتا ہے۔"

"ایران میں خفیہ جنگ" نامی کتاب کا مؤلف اور صہیونی روزنامے ایدیوت اہروناٹ (YEDIOTH AHRONOTH) کے سیاسی و فوجی امور کا تجزیہ نگار "رونن برگمین" (Ronen Bergman) کہتا ہے: انٹرنیٹ میں سماجی نیٹ ورکس کی نگرانی کرنا، کم از کم توقع ہے جو انٹیلی جنس سرورسز سے کی جاسکتی ہے: اسرائیل ذاتی معلومات و کوائف سے جو انٹرنیٹ میں بوفور پائے جاتے ہیں، ایسے افراد کا سراغ لگاتا ہے جو اس ریاست کے لئے مدد و معاون ثابت ہو سکتے ہیں اور اگر آج سے 50 برس بعد شین بیتھ (shin Beth) کی خفیہ فائلین کھول دی جائیں تو معلوم ہوگا کہ اسرائیلی انٹیلی جنس سرورسز اور اسرائیلی افواج کے انٹیلی جنس شعبے کے زیر استعمال جاسوسی

کے وسائل ان حساس آلات سے کہیں زیادہ متنوع اور مختلف النوع ہیں جو جیمز بانڈ کی تخیلاتی فلموں میں نظر آتے ہیں تاہم یہ نئی روش بہت مفید اور آسان ہے۔

برگمین کا کہنا ہے کہ انٹرنیٹ صارفین کی ذاتی معلومات حاصل کر کے اُن پر دباؤ ڈالا جاتا ہے تاکہ اگر وہ جاسوسی کی صلاحیت رکھتے ہوں تو اسرائیل کے لئے جاسوسی کریں اور یہ روش بڑی حد تک مؤثر ہے اور کئی لوگ کچھ دنوں میں جاسوسی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں گو کہ اسرائیلی ایجنسیوں کا خیال ہے کہ یہ روش لمبے عرصے کے جاسوس بھرتی کرنے کے لئے زیادہ مؤثر نہیں ہے اور اس روش پر جاسوسی کے لئے آمادہ کئے جانے والے افراد طویل عرصے تک اسرائیل کے لئے کام نہیں کر سکتے !!!۔

شاید برگمین یہ کہنا چاہتا ہو کہ جن افراد کو انٹرنیٹ کے ذریعے جاسوس کے عنوان سے بھرتی کیا جاتا ہے حقیقی دنیا میں بھی ان کا تعاقب کیا جائے اور انہیں باقاعدہ جاسوس بنایا جائے تاکہ طویل عرصے تک اسرائیل کی خدمت کر سکیں اور عالم اسلام پر صہیونی تسلط کے سلسلے میں اسرائیل کا ہاتھ بٹائیں۔

یہ رپورٹ برگمین ہی کے حوالے سے بی بی سی نے بھی شائع کی تھی اور بی بی سی نے اپنی ویب سائٹ پر لکھا تھا کہ اسرائیل فیس بک کے ذریعے جاسوس اور مخبر بھرتی کرتا ہے۔

بی بی سی نے غزہ اور فلسطین میں فیس بک کی سرگرمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا کہ عرصے سے مغربی کنارے اور غزہ پٹی پر اسرائیل کے لئے ایک انٹیلی جنس نیٹ ورک اسرائیل کے لئے جاسوسی کر رہا تھا جبکہ قدیم الایام سے اسرائیل کے لئے جاسوسی کرنے والے افراد بہت جلد رسوا ہو کر پکڑے اور مارے جاتے تھے اور حماس کی حکومت بھی جن جاسوسوں کو پکڑتی ہے انہیں فوری طور پر پھانسی دے دیتی ہے۔ چنانچہ برگمین کا کہنا ہے کہ وہ وسائل اور امکانات جو تاریخ کے دوران اسرائیل کی مدد کے لئے بروئے کار لائے جاسکتے تھے اس وقت دستیاب نہیں ہیں (یعنی کوئی فلسطینی جاسوسی کے لئے تیار نہیں تھا) چنانچہ اسرائیل کی جاسوسی ایجنسیوں نے نئی روش اپنائی ہے اور انٹرنیٹ میں سماجی نیٹ ورکس کو استعمال کر رہی ہیں۔

البتہ فیس بک کی انسانی ہمدردی اسرائیل کے لئے جاسوسی کی حد تک محدود نہیں ہے بلکہ حال ہی میں اسرائیل کے لئے سدا بہار وفادار دوست، برطانیہ کے وزیر صحت نے بھی الزام لگایا کہ فیس بک آلودہ اور ناجائز جنسی تعلقات کو فروغ دے کر خاص طور پر لندن میں آتش سمیت جنسی تعلق سے پیدا ہونے والی دیگر بیماریوں کی ترویج کر رہا ہے۔

فرانس کے یہودی روزنامے "لومینگزین دو اسرائیل" le magazine d'israel نے بعض دستاویزات شائع کر کے انکشاف کیا ہے کہ "فیس بک" اسرائیل کا جاسوسی نیٹ ورک ہے جو اسرائیل کے لئے ایجنٹ اور جاسوس بھرتی کرتا ہے اور یہ وہ ذمہ داری ہے جو اسرائیل نے اس کو سونپ دی ہے۔

البتہ یہاں ایک بات کا اضافہ ضروری ہے اور وہ یہ کہ فیس بک اسرائیلی موساد کے علاوہ CIA اور اسرائیلی کی خدمت میں مصروف دیگر عالمی ایجنسیوں کی خدمت بھی کرتا ہے۔

فارس نیوز ایجنسی کے مطابق فرانس کے یہودی روزنامے "لوماگازین دو اسرائیل" نے بعض مستند دستاویزات کی روشنی میں فیس بک ویب سائٹ کے پس پردہ حقائق سے پردہ اٹھا کر نئے حقائق کا انکشاف کیا ہے جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسرائیل موساد اور امریکی سی آئی اے نے ٹارگٹ ممالک میں جاسوسی کرنے اور کرانے کی غرض سے اس ویب سائٹ کی بنیاد رکھی ہے اور اسرائیل اور امریکہ، اسرائیلی جاسوسی روشوں کی بنیاد پر عام صارفین سے جاسوسی کرواتے ہیں جو اس کام کے خطرات سے ناواقف ہیں۔

یہ روزنامہ لکھتا ہے کہ "انٹرنیٹ پر نہ جانتے ہوئے اسرائیل اور امریکہ کے لئے جاسوسی کرنے والے افراد تصور کرتے ہیں کہ انہوں نے چیٹ روم میں اپنا تھوڑا سا وقت ہی ضائع کیا ہے اور یہ اتنی اہم بات نہیں ہے بلکہ کبھی تو وہ اس کو ایک لطیفہ تصور کر لیتے ہیں۔ فرانس کے اس یہودی روزنامے نے لکھا ہے: ہمیں اسرائیل کے ہاتھوں فیس بک کے ذریعے حاصل کی جانے والی بعض اہم معلومات "نہایت مطلع اور آگاہ" افراد سے حاصل ہوئی ہیں۔

اس روزنامے نے فیس بک کے انتظام میں اسرائیلی کردار کی سطح کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں اور بات یہاں تک پہنچی ہے کہ پیرس میں مقیم صہیونی سفیر نے الزام لگایا ہے کہ "مذکورہ یہودی روزنامے نے اسرائیل کے خفیہ راز افشاء کر دیئے ہیں اور یہ راز دشمن کے سامنے فاش نہیں ہونے چاہئے تھے۔"

تاہم لوماگازین نے اسرائیل کے اس اقدام اور فیس بک سے ناجائز فائدہ اٹھانے کو انٹرنیٹ کے ذریعے جاسوسی کا نام دیا ہے۔ لوماگازین نے اپنی دستاویزات کی روشنی میں لکھا ہے کہ "اسرائیلی ریاست فیس بک کے ذریعے عالم عرب اور عالم اسلام میں اس ویب سائٹ کے صارفین کے ذاتی کوائف و اطلاعات حاصل کر لیتی ہے اور مسلم نوجوان کی یہ ذاتی معلومات موساد، شین بیتھ اور دیگر ایجنسیوں کے لئے کام کرنے والے علم النفس کے ماہرین (Pshchiatrists) کے سپرد کرتی ہے۔

معروف نفسیات شناس اور پرووائس یونیورسٹی میں علم النفس کے پروفیسر اور "انٹرنیٹ کے خطرات" نامی کتاب کے مصنف "جیرلڈ نیرو" نے فیس بک پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے کہ میری کتاب میں جن نیٹ ورکس کی پس پردہ کارروایاں فاش کر دی گئی ہیں، ان نیٹ ورکس کا حصہ ہیں جن کا انتظام اسرائیلی نفسیاتی ماہرین کے ہاتھوں میں ہے اور ان کا مقصد یہ ہے کہ تیسری دنیا، بالخصوص عرب اسرائیل تنازعے کے متعلقہ علاقوں اور جنوبی امریکہ میں رہنے والے نوجوان کی شناخت حاصل کرنا اور ان کی صلاحیتوں کی درجہ بندی کرنا اور انہیں اسرائیلی مقاصد کے لئے استعمال کرنا ہے۔

علم النفس کے اس استاد کا کہنا ہے: انٹرنیٹ صارفین میں سے بعض کا خیال ہے کہ "جب کوئی شخص چیٹ روم اور انٹرنیٹ کی دنیا میں آپ کے سامنے بیٹھا ہو اور مخالف جنس کے عنوان سے آپ سے بات کر رہا رہی ہو اس پر سیاسی سرگرمی کا الزام لگانا درست نہیں ہے چنانچہ اطمینان سے نہیں کہا جاسکتا کہ ماحول جاسوسی کے لئے بالکل سازگار ہے حالانکہ فیس بک جیسی ویب سائٹس میں مصروف عمل افراد اس میں جنسی یا تفریحی گفتگو کا حربہ استعمال کر کے آپ کے ذہن و دل اور نفسیات کے اندر رسوخ کر جاتے ہیں اور یہ انسان انٹرنیٹ کی دنیا سے باہر آپ کے اتنے قریب کبھی نہیں بیٹھ سکتے یا باہر کی حقیقی دنیا میں آپ اُن کے اتنے قریب نہیں جاسکتے۔ وہ آپ کے کمزور نقاط اور آپ کی

قوت کے نقاط کو اسی بات چیت اور چیٹ کے ذریعے بھانپ لیتے ہیں اور آپ کو بلیک میل کرتے ہیں اور آپ سے جاسوسی کرواتے ہیں" گویا وہ ان حربوں کے ذریعے آخر آپ کو اپنا بنا لیتے ہیں اور آپ اپنوں سے غیر ہو کر ان کے اپنے بن جاتے ہیں اور دنیا کے ہولناک ترین جاسوسی نیٹ ورکس کے رکن بن جاتے ہیں۔

یاد رہے کہ یہ ضروری نہیں کہ وہ آپ سے باقاعدہ جاسوسی کروائیں بلکہ بات چیت کے دوران آپ کے ساتھ جنسی، تفریحی، حتیٰ کہ علمی یا سائنسی گفتگو کرتے ہوئے بھی آپ سے بہت سی معلومات حاصل کر سکتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ایک ہم عقیدہ اور ہم خیال فرد کے عنوان سے آپ سے بعض معلومات حاصل کرنا چاہیں اور آپ بھی بصد شوق اس کی آرزو برآوردہ کر دیں یا حتیٰ کہ عین ممکن ہے کہ آپ سے گفتگو کرنے والا فرد بھی آپ کی طرح نا آگہی کا شکار ہو اور نیٹ ورکس کے مالکان آپ کے درمیان مخلصانہ گفتگو سے اپنے مقصد کی معلومات حاصل کریں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ جن معلومات کا تبادلہ کر رہے ہیں وہ آپ کے خیال میں بالکل غیر اہم ہوں لیکن ان کے لئے بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہوں۔

ہر ماہ پوری دنیا میں دس لاکھ سے زائد افراد فیس بک ویب سائٹ کے ممبر بن جاتے ہیں لیکن اس میں ذاتی کوائف و معلومات اور پرائیویسی کے تحفظ کا حال دیکھئے کہ فیس بک کے مالکان یہ تمام اطلاعات و معلومات مکمل طور پر فاش کر کے یا ہو، گوگل اور دیگر سرچ انجنوں کے سپرد کر دیتے ہیں ان معلومات و کوائف میں صارفین کا نام، پتہ، ٹیلی فون نمبر، بائیو ڈیٹا وغیرہ شامل ہیں اور فیس بک والے یہ خدمت عالمی گائیڈ کی تشکیل کی دوڑ میں دوسرے نیٹ ورکس سے آگے نکلنے کی غرض سے کرتے ہیں اور ہاں یہ معلومات صارفین کے انٹرنیٹ سے وابستہ قریبی رشتہ داروں اور دوستوں کے کوائف پر بھی مشتمل ہوتی ہیں۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ روزانہ تقریباً دو لاکھ افراد پوری دنیا میں فیس بک سے استفادہ کرتے ہیں۔

فیس بک کے منتظمین کا کہنا ہے کہ اس وقت ویب سائٹ کے اراکین کی تعداد "چار کروڑ بیس لاکھ" ہے۔ لوما گازین دیس رائیل کے انکشافات 9 اپریل 2008 کو اردن کے روزنامے "الحقیقہ الدولیتہ" کی رپورٹ سے مطابقت رکھتے ہیں۔

الحقیقہ الدولیتہ نے "خفیہ دشمن" کی عنوان سے مرتب کردہ مفصل رپورٹ میں انکشاف کیا ہے کہ نیٹ ورکس کی صورت میں چلنے والی ویب سائٹوں کے منتظمین اپنے صارفین کے کمزور نقاط سے بخوبی آگاہ ہوتے ہیں اور وہ ان ہی نقاط کی روشنی میں منصوبہ بندی کرتے ہیں۔ مثلاً معاشرتی آزادی، نوجوانوں کے مسائل، عورتوں کے مسائل وغیرہ جیسے موضوعات پر بحث شروع کرتے ہیں اور نشانے پر لئے ہوئے صارفین کے سامنے مجازی دنیا میں ایک ایسا روشن مستقبل رکھ دیتے ہیں جو صارفین کے لئے بالکل قابل حصول نظر آنے لگتا ہے اور موقع مناسب ہو تو ان سے استفادہ کرتے ہیں جیسا کہ مصر میں بھی ایسا ہی ہوا۔

فیس بک نے مصری نوجوانوں کو ذہنی طور پر تیار کیا اور پھر ان سے کہا کہ حکومت کے خلاف بولنا فرمائی کریں اور ہاں! حال ہی میں ایران میں بھی کلرڈ ریویویشن کے لئے راستہ ہموار کرنے کی کوشش کی اور عظیم ترین، شفاف ترین اور منصفانہ ترین صدارتی انتخابات کو متنازعہ بنانے کی کوشش کرتے ہوئے آٹھ ماہ تک دارالحکومت تہران میں بلوے کرائے اور یہ بلوے البتہ عوامی حمایت نہ ہونے کے باعث

بے نتیجہ رہے لیکن جہاں تک فیس بک، ٹویٹر، بی بی سی اور العربیہ نیٹ ورکس اور ان کے مالکان کا تعلق ہے تو انہوں نے اپنی پوری کوشش کر دی۔ چنانچہ مسلم نوجوانوں کو جتنی ہوشیاری اور بیداری کی آج ضرورت ہے اتنی کبھی بھی نہ تھی اور شیشے کی اس دنیا میں اپنے اور اپنے ملکوں اور عالم اسلام کے مفادات کی حفاظت، بیداری اور ہوشمندی کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

کیا آپ فیس بک کے رکن ہیں؟ کیا آپ نے اپنے دوستوں کو رکنیت کی دعوت دی ہے؟ اور یہ کہ کیا فیس بک اور ٹویٹر کے مذکورہ بالا حقائق سے آگہی کے باوجود اب ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ کیا ہمیں ایک دوسرے کو بیداری کی دعوت نہیں دینی چاہئے؟ ہوشیار! رنگارنگی، تفریح جنسی لذتیں، اور وہ بھی مجازی دنیا میں، کہیں آپ کو اسلام اور ملک دشمن طاقتوں کے جال میں نہ پھنسائیں! یاد رکھیں! کہ آپ کے ساتھ انٹرنیٹ کی غیر حقیقی دنیا میں گفتگو اور بات چیت کرنے والا شخص وہی نہیں ہے جو آپ کو بتا رہا ہے: اگر آپ مرد ہیں تو عورت بن کر آپ سے بات چیت کرتا ہے لیکن عین ممکن ہے کہ وہ کوئی نفسیات شناس ماہر انٹیلی جنس افسر ہو۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ دشمن اس وقت ہر طرف سے اسلام اور پاکستان پر وار کر رہا ہے اور اس مقصد کے لئے وہ ہر حربہ استعمال کر رہا ہے جس سے نوجوان اس کے پُتھل میں پھنس سکتے ہیں۔ ٹیکنالوجی کے اس جدید دور میں ہمیں آگاہ رہنا ہوگا اور چیزوں کے استعمال سے پہلے اُس کی حقیقت جاننا ہوگی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم خود ہی اپنے ہاتھوں اپنے ملک اور قوم کے خلاف کوئی بڑا اقدام نہ کر بیٹھیں۔

تحریر: نادر عباس

تحقیق میں مدد: ف۔ ح۔ مہدی، DahnaCohen، بی بی سی، فارس نیوز ایجنسی



توہین رسالت کی سزا صرف موت



اہلحق کی خبریں

☆ 20 مئی کو نامعلوم موٹر سائیکل سوار دہشت گردوں نے وزیرستان کے علاقے ٹانک میں جمعیت علمائے اسلام کے عمومی وزیر اور سابق ایم این اے مولانا معراج الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شہید کر دیا۔ مولانا فجر کی نماز پڑھ کے گھر کی طرف آرہے تھے۔ علمائے کرام کی طرف سے سانحہ کی شدید الفاظ میں مذمت کی گئی ہے اور قاتلوں کی جلد سے جلد گرفتاری کا مطالبہ کیا ہے۔ یاد رہے کہ حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ وزیرستان میں امن قائم کرنے کے سلسلے میں کافی سرگرم تھے۔

☆ 28 مئی کو کراچی میں تبلیغی مرکز میں دینی علوم کے طلبہ کا جوڑ ہوا جس میں ہزاروں طلبہ نے شرکت کی۔ یاد رہے کہ اس سے پہلے عصری علوم کے طلباء کے جوڑ میں بیس ہزار سے زائد اسکول کالج یونیورسٹیز کے طلباء نے شرکت کی تھی۔

☆ 28 مئی بروز جمعہ اہلسنت والجماعت سپاہ صحابہ اور حکومت کے درمیان کامیاب مذاکرات کے بعد اہلسنت والجماعت نے نشتر پارک میں احتجاجی جلسہ منسوخ کر کے مرکز صدیق اکبر ناگن چورنگی میں شہداء کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں لاکھوں کارکنان نے شرکت کی۔ اس موقع پر اہلسنت والجماعت کے تمام جماعتوں کے نمائندے اور اکابرین بھی موجود تھے۔ مناظر اسلام حضرت مولانا رب نواز حنفی صاحب نے فرمایا کہ جب افغانستان میں ہماری حکومت تھی تو مغربی سرحدوں پر ایک بھی فوجی کی ضرورت نہ تھی اب وہاں ہزاروں فوجی موجود ہیں بتاؤ دہشت گرد کون

ہے۔ کارکنان سے خطاب کرتے ہوئے اہلسنت والجماعت کراچی کے امیر مولانا اورنگزیب فاروقی نے کہا کہ اہلسنت کے کارکنوں کی شہادت میں وہی لوگ ملوث ہیں جنہوں نے پرامن احتجاج کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کی ناکام کوشش کی۔ اس موقع پر سپاہ صحابہ کے قائد حضرت مولانا احمد لدھیانوی صاحب مدظلہ العالی نے کارکنان، مقررین اور میڈیا کا خصوصی شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ وہ مدینہ میں حضرت اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے وعدہ کر کے آئے ہیں کہ جب تک جان میں جان ہے اماں کی ناموس کی خاطر لڑیں گے۔ کانفرنس میں شہداء کے رفقاء کے بیانات پر رقت آمیز مناظر بھی دیکھنے کو ملے۔

☆ 27 مئی کو جمعیت علمائے اسلام کا جلسہ قائد آباد کراچی میں منعقد ہوا جس میں قائد اہلسنت حضرت حافظ حسین احمد صاحب نے بیان کیا اور کارکنان و عوام کو ملک کی سیاسی صورتحال اور جمعیت کی خدمات سے آگاہ کیا۔

☆ اہلحق میڈیا سروس کے امیر ارسلان بھائی کی طرف سے ماہنامہ اہلحق کو دئے گئے ایک بیان میں اہلسنت کے پرامن احتجاج کے خلاف بعض تنظیموں کی طرف سے منفی کردار ادا کرنے کی شدید الفاظ میں مذمت کی۔ انہوں نے حکومت پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ سیاسی قائدین جب چاہیں جلسہ کریں گوئے جہاں چاہیں گائیں لیکن اگر اہلسنت اپنے جائز حقوق کیلئے پرامن احتجاج کی کال دیں تو حکومت کو لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ یاد آ جاتا ہے۔

☆ الملحق میڈیا سروس کی مجلس شوریٰ کی طرف سے جاری کردی ایک بیان میں کہا گیا ہے کہ ملک میں قادیانیوں کو شعار اسلام استعمال کرنے کی اجازت نہیں لہذا حکومت اس بات کا نوٹس لے کہ قادیانیوں نے اپنی عبادت گاہوں کو مساجد کی طرز پر کیوں تعمیر کیا۔۔ ایسے قادیانی ”مرزاواڑے“ جن میں محراب و منار تعمیر کیئے گئے ہوں ان کو فوراً منہدم کیا جائے۔ مجلس شوریٰ کے اراکین نے اپنے بیان میں کہا کہ قادیانیوں پر حملے سے چند دن پہلے امریکہ کی طرف سے

ایک بیان میں کہا گیا تھا کہ پاکستان میں موجود توہین رسالت کے قانون کو اقلیتوں خاص کر قادیانیوں کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے لہذا ہم حکومت کو خبردار کرتے ہیں کہ اگر وہ لاہور میں قادیانیوں پر ہونے والے حملوں کو جواز بنا کر ملک سے توہین رسالت یا قادیانیت کے خلاف قوانین کے ختم کرنے کی کوشش کرے تو اس کے سنگین نتائج بھگتنا ہونگے۔ اراکین نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ ملک میں مرتد کی شرعی سزا ”سزائے موت“ نافذ کرے۔

مضامین بھیجنے والے حضرات نوٹ فرمائیں

☆ مضامین بھیجنے والے ساتھیوں سے گزارش ہے کہ وہ اپنے مضامین اردو ایچ فارمٹ (urdu Inpage) میں مندرجہ ذیل ای میل ایڈریس
mahnama@ahlehaq.com
پر بھیجیں۔

☆ براہ کرم مضمون کی پروف ریڈنگ خود میں احتیاط کیا کریں۔ بعض حضرات کے مضامین میں کتابت کی انتہائی اغلاط ہوتی ہیں جس کی وجہ سے ادارے کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔
☆ ادارے کو آپ کا مضمون ہر اسلامی مہینے کی بیس (20) تاریخ کو موصول ہو جانا چاہئے۔
☆ ادارہ بہت جلد ایک نیا سلسلہ ”آپ کے مسائل اور ان کا حل“ کے نام سے شروع کرنے والا ہے جس میں آپ اپنے دینی مسئلہ مسائل پوچھ سکتے ہیں۔ سوالات بھیجنے والا حضرات سے گزارش ہے کہ وہ سوالات مختصر اور جامع بھیجیں۔ فرقہ وارانہ سوالات یا اختلافی موضوعات پر کئے گئے سوالات کے جوابات نہیں دئے جائیں گے۔

بریلوی بیت المال کھلا ہے

عبدالرحمن مدنی

صدقہ	دو	خیرات	بھی	دے	دو	گھر	کے	اخراجات	بھی	دے	دو
جن	سے	کفر	کی	توپ	چلائیں	ایسے	کچھ	آلات	بھی	دے	دو
		بریلوی	بیت			المال	کھلا	ہے			
جلنے	کو	کچھ	بالن	دے	دو	کھانے	کو	کچھ	سالن	دے	دو
شرک	کی	کھیتی	خوب	پکائے		ایسی	ڈھونڈ	کے	مالن	دے	دو
		بریلوی	بیت			المال	کھلا	ہے			
منہ	میں	ان	کی	بوٹی	دے	بچ	جائے	جو	روٹی	دے	دو
سردی	سے	یہ	جان	بچائیں		کوئی	پرانی	کوئی	دے	دو	
		بریلوی	بیت			المال	کھلا	ہے			
ملا	کو	نذرانے	دے	دو		ملانی	کو	دانے	دے	دو	
اپنے	پیٹ	کی	آگ	بجھائیں		لہ	دو	دو	آنے	دے	دو
		بریلوی	بیت			المال	کھلا	ہے			
سبزی	دے	دو	دالیں	دے	دو	قربانی	کی	کھالیں	دے	دو	
سر	پر	تغ	قلم	کی	آئی	جان	بچائیں	ڈھالیں	دے	دو	
		بریلوی	بیت			المال	کھلا	ہے			
ٹھنڈا	میٹھا	پانی	دے	دو		حلوہ	اور	بریانی	دے	دو	
مردوں	کو	یہ	غسل	کرائیں		تولیہ	صابن	دانی	دے	دو	
		بریلوی	بیت			المال	کھلا	ہے			
ختم	کے	ان	کو	نان	بھی	مردے	کی	بنیان	بھی	دے	دو
کتھا	چونا	ڈال	کر	وافر		ساچی	والا	پان	بھی	دے	دو
		بریلوی	بیت			المال	کھلا	ہے			